ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
۹ شعبان ۱۴۲۷ھ ---- ستمبر ۲۰۰۶ء

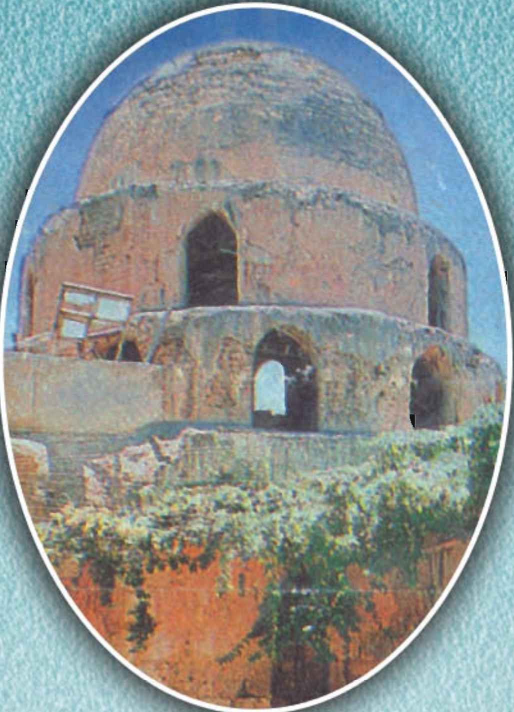

ڈاکٹر عبدالقدیر خان
قوم آپ کے ساتھ ہے

ممبئی دھماکے
پس منظر و پیش منظر

تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں

خاندانِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنوہاشم کی رشتہ داریاں

7 ستمبر......یومِ تحفظ ختمِ نبوت

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

''اور تم کو کیا ہوا ہے اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے ۔ جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کیے وہ) برابر نہیں اُن کا درجہ اُن لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور (کفار سے) جہاد وقتال کیا ۔ اور اللہ نے سب سے وعدہ کیا ہے خوبی کا اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اُن سے واقف ہے ۔'' (الحدید: ۱۰)

الحدیث

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو وضو کرا رہے تھے ۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: وضو فرماتے ہوئے سرکارِ کائنات ﷺ نے ایک یا دو مرتبہ میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

يا معاويه !ان وليت امراً فاتق الله واعدل

''اے معاویہ! اگر تجھے امورِ مملکت وخلافت سونپی جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا ۔

(مسند احمد، جلد ۴، ص ۱۰۱)

الآثار

اسلام کا قلعہ

''پاکستان اسلام کا قلعہ تو کبھی نہیں رہا ۔ ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک کی حکمران پارٹیوں نے ہمارے سماجی ڈھانچے کو دینی قدروں، دینی رویوں اور دینی جذبوں کی بنیاد پر تیار نہیں کیا بلکہ ہمارا موجودہ سماجی وثقافتی نظام ہندوازم اور یورپین کلچر کا ملغوبہ ہے اور ان دونوں کافرانہ نظاموں کی ادھوری اور جھوٹی نقل ہے لیکن چونکہ اس بدنظمی اور بے ہنگم پنے کو مسلمانوں نے قبول فرمالیا ہے ۔ اس لیے اس پر ''میڈ اِن پاکستان'' کی مہر لگ گئی ہے ۔ لٰہذا یہ اسلام ہے ۔ حالانکہ یہ نہ تو کفر ہے اور نہ اسلام ہے ۔ یہ کیا ہے؟ پاکستانی اسلام! پاکستانی روشن خیالوں کی ثقافت کا نمونہ اور فخریہ پیشکش! یعنی دو کفریہ سماجی نظاموں کا ملغوبہ! یوں تو قومیں نہیں بنتیں اور نہ دوقومی نظریے بنتے ہیں!...... لیکن اب دوقومی نظریے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اب نیا زمانہ اور نئے صبح وشام پیدا کیے جا رہے ہیں ۔ اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دیا جا رہا ہے ۔ جداگانہ طریق انتخاب کے خاتمے اور مخلوط طریق انتخاب کی بحالی کا اعلان کیا جا رہا ہے ۔ آزادانہ، منصفانہ، غیر جانبدارانہ اور غیر جداگانہ انتخابات کا حاصل ...... زنانہ قیادت! وَنس اگین، وَنس مور ......!

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی، اِن سے نجات پائے کیوں؟

سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ
(مارچ ۱۹۹۶ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 17 شمارہ 9 | شعبان 1427ھ ۔ ستمبر 2006ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد
سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی
ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	نواب اکبر بگٹی کی شہادت' قومی المیہ	مدیر	02
دین و دانش:	درسِ قرآن	محمد احمد حافظ	04
شاعری:	دعاء	پروفیسر خالد شبیر احمد	07
//	''حق''	ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی	08
افکار:	ڈاکٹر عبدالقدیر خان' قوم آپ کے ساتھ ہے	سید محمد معاویہ بخاری	09
//	ممبئی بم دھماکے۔۔ پس منظر و پیش منظر	یحییٰ نعمانی	13
//	آزادیٔ فکر و نظر..... فوائد و نقصانات	مولانا مشتاق احمد	21
ردّ قادیانیت:	7 ستمبر...... یوم تحفظ ختم نبوت	محمد عابد مسعود ڈوگر	23
تاریخ و تحقیق:	خاندانِ سیدنا معاویہؓ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں	حکیم محمود احمد ظفر	29
سفرنامہ:	تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں (پہلی قسط)	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	35
ادبیات:	''میّا''......ایک تعارف، ایک تاثر	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	44
انتخاب:	طاہر القادری نے زلزلہ سے متاثرین کے نام پر ۲۴ کروڑ روپے کھائے	روزنامہ ''خبریں'' ملتان	47
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	48
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ادارہ	49
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	50
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیرِ مسئول
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر
شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

رفقاءِ فکر
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری
i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن مینیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک	150 روپے
بیرون ملک	1000 روپے
فی شمارہ	15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1
یو بی ایل چوک مہربان ملتان

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

دل کی بات

نواب اکبر بگٹی کی شہادت --- قومی المیہ

۲۶ اور ۲۷؍ اگست ۲۰۰۶ء کی درمیانی شب کوہلو (بلوچستان) میں ایک گرینڈ فوجی آپریشن کے ذریعے جمہوری وطن پارٹی کے سربراہ نواب اکبر بگٹی ۳۲ ساتھیوں سمیت شہید کر دیئے گئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق جاں بحق ہونے والوں میں اکبر بگٹی کے دو پوتے اور بلوچ رہنما خیر بخش مری کے دو بیٹے بھی شامل ہیں۔ جبکہ اس فوجی آپریشن میں چار فوجی افسروں سمیت ۳۰ سیکورٹی اہلکار بھی جاں بحق ہوئے ہیں۔

بلوچستان ...... رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ اور معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ عالمی لٹیرے اور قزاق روزِ اوّل سے ہی اس صوبے پر بری نظر رکھے ہوئے ہیں۔ عالمی سامراج کے گماشتوں' قادیانیوں کے دوسرے بزرجمہر مرزا بشیر الدین محمود نے بھی ۱۹۵۲ء میں پاکستان کے متوازی احمدی سٹیٹ کے قیام کے لیے بلوچستان ہی کا انتخاب کیا تھا۔ اس سازش کو احرار کی تحریک تحفظ ختم نبوت نے ناکام بنایا۔ سرداری قبائلی نظام' اس صوبے کی صدیوں پرانی تہذیب وثقافت ہے۔ نواب اکبر بگٹی اپنے قبیلے کے انیسویں سردار تھے۔ انھوں نے بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کا استقبال کیا اور اُن سے ہاتھ ملانے کا شرف بھی حاصل کیا۔ وہ ایچی سن اور آکسفورڈ کے تعلیم یافتہ تھے۔ شاید وہ سرداری نظام کی آخری مضبوط دیوار تھے' جسے موجودہ حکومت نے راستے سے ہٹا کر فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑے اور امن وامان قائم کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلوچستان کے سرداری نظام کے خاتمے کے لیے ۱۹۵۰ء، ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء میں بھی فوجی آپریشن ہوئے لیکن ناکامی ہوئی۔ سوء اتفاق ہے کہ بلوچ سرداروں سے ہمیشہ فوج کا ہی تصادم ہوا۔ جنرل ایوب خان اور جنرل یحییٰ خان کے ادوارِ حکومت میں بھی بلوچ سردار شاکی رہے۔ بھٹو کی عوامی حکومت میں بھی ناخوش تھے۔ تب بلوچی پہاڑوں پر تھے اور فوج سے تصادم جاری تھا۔ اگرچہ وفاق کو بھی قوم پرست بلوچ رہنماؤں سے سنگین شکایات رہی ہیں کہ

(۱) یہ علیحدگی پسند ہیں اور وفاق سے گریزاں ہیں۔
(۲) قومی وسائل پر قابض ہیں (خصوصاً سوئی گیس کو ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں۔)
(۳) قومی املاک کو نقصانات پہنچاتے ہیں (سوئی گیس، پائپ لائن اور ریلوے لائن کو بم دھماکوں سے اڑا دیتے ہیں۔)
(۴) عوام میں علیحدگی اور غداری کے رجحانات کو فروغ دیتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر یہ صورت حال کیوں پیدا ہوئی؟ اس کے بھی تو کوئی اسباب ہیں یا نہیں؟ نواب اکبر بگٹی اور دیگر قوم پرست بلوچ رہنماؤں کو بھی وفاق سے یہ شکایت رہی کہ:

(۱) بلوچستان کے عوام کو اُن کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔

(۲) قدرتی معدنی وسائل سے پورا ملک نفع اٹھا رہا ہے لیکن بلوچستان کے عوام اُن سے محروم ہیں۔

اِنہی محرومیوں کی ذیل میں انہیں دیگر بے شمار شکایات تھیں، جن کے ازالے کا وہ مسلسل مطالبہ کر رہے تھے۔

ہر مسئلے کا حل بندوق اور گولی نہیں ہوتا۔ یہ مسائل سیاسی تھے، انہیں سیاسی طریقے سے ہی حل کیا جاسکتا تھا۔ ہماری اپوزیشن کی جماعتوں کو تو تحریک عدمِ اعتماد سے ہی فرصت نہیں کہ وہ ان مسائل کی طرف توجہ دیتی۔ دوسری طرف حکومت بھی صرف اپوزیشن جماعتوں کو گرانے میں ہی اپنا سارا زور صرف کر رہی ہے۔ متانت اور سنجیدگی سے چھوٹے صوبوں کے عوام کی شکایات اور مسائل کو حل کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ چودھری شجاعت حسین ذاتی تعلقات کے باوجود اس سانحہ کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

نواب اکبر بگٹی اور اُن کے ساتھیوں کا قتل ایک افسوسناک واقعہ ہے، جس کے خوفناک نتائج نکلیں گے۔ ملکی سلامتی پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔ بلوچستان میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ کہنے والے تو عرصے سے کہہ رہے ہیں کہ:

☆ گوادر کو امریکہ کے لیے سجایا جا رہا ہے۔

☆ عالمی سامراج اور ''تیلی'' کی نظریں بلوچستان کے معدنی وسائل پر مرکوز ہیں۔

☆ افغانستان و عراق پر قبضے کے بعد اس کی حریص نگاہیں ایران کی طرف اٹھ رہی ہیں۔

☆ ایران پر ہاتھ ڈالنے کے لیے وہ بلوچستان میں اپنی ''نشست و برخاست'' کو ازحد ضروری سمجھتا ہے۔

اکبر بگٹی قومی دھارے میں شامل تھے، ملک کے پارلیمانی نظام کا حصہ تھے۔ انہیں تشدد کی راہ پر کون لایا؟ اور انہوں نے جدوجہد کا یہ راستہ اپنے لیے کیوں منتخب کیا؟ اس پر حکومت اور اپوزیشن دونوں کو سوچنا چاہیے۔ خصوصاً اُن کے قتل کے بعد حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں، یہ اور زیادہ سنگین مسئلہ ہے۔ جس طرح نواب اکبر بگٹی اور اُن کے ساتھی مسلمان تھے۔ اِسی طرح سیکورٹی فورسز کے جوان بھی مسلمان تھے۔ مسلمان کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے، جو ہوا برا ہوا۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆

درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْتُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (النساء:۱۳۵)

''اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر، گواہی دو اللہ کے لیے اگر چہ (اس میں) نقصان ہی ہو تمہارا یا والدین کا یا قرابت والوں کا۔ اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے۔ سو تم خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو۔ انصاف کرنے میں اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔''

معانی الفاظ:

قَوّٰمِیْنَ : قائم رہنے والے، نگران اَلْقِسْطِ: انصاف، عدل، برابری شُھَدَآءِ : گواہ، حاضر، موجود اَقْرَبِیْنَ : قریبی رشتہ دار ھَوٰٓی: نفسانی خواہش، ناجائز رغبت تَلْوٗٓا: تم کج بیان کرو، تم پیچیدگی پیدا کرو تُعْرِضُوْا : تم اعراض کرو گے، منہ پھیرو گے

معارف وتفسیر:

سورۃ نساء کی اس آیت میں مسلمانوں کو عدل وانصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی ہے اور جو چیزیں قیامِ عدل میں رکاوٹ ہوسکتی ہیں، انہیں نہایت بلیغ انداز میں دور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث فرمائے، من جملہ دیگر مقاصد کے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ظلم وسرکشی کو ختم کر کے عدل وانصاف کا بول بالا کیا جائے۔ تمام انسانوں کو معبودِ حق کی اطاعت وفرماں برداری کی مبارک شاہراہ پر چلایا جائے اور جو لوگ وعظ وارشاد کے باوجود اپنی سرکشی وبغاوت پر اَڑے رہیں۔ انہیں قانونی سیاست اور تعزیر کے ذریعے عدل وانصاف پر قائم رہنے پر مجبور کیا جائے۔ چناں چہ قرآنِ مجید کی سورۃ حدید میں انبیاء ورسل کے اس مقصد کو نہایت کھلے انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
(الحدید:۲۵)

''ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا نزول اور انبیاء کا مبعوث ہونا اسی عدل وانصاف کے

قیام کے لیے ہے۔

عدل وانصاف کیا ہے؟

یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ عدل وانصاف کا مفہوم کیا ہے؟ اس لیے کہ محض انسانی عقل عدل وانصاف کا حقیقی مفہوم متعین نہیں کرسکتی۔ دنیا میں مختلف انسانی طبقات اپنے اپنے معاشرے، قبائل اور رسوم ورواج کے مطابق عدل ونصاف کا مفہوم متعین کرتے ہیں۔ مگر اسلام میں ایسے کسی عدل کا تصور نہیں جسے عقلِ انسانی نے اپنے طور پر اخذ کیا ہو بلکہ اسلام میں عدل وہی ہے جو وحی الٰہی کے ذریعے بیان کردیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ o وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o (الانعام۔۱۱۴۔۱۱۵)

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ سو تم شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ اور تیرے رب کی بات پوری سچائی ہے اور تیرا عدل کوئی تبدیلی کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی بات کو اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہی ہے جو کامل حق ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ یہ کتاب تمام کی تمام عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ ایسا عدل وانصاف جسے تبدیل کرنے کا حق کسی فرد بشر کے پاس نہیں۔ عدل کی اہمیت کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا گیا ہے...... وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ''مجھے حکم ہے کہ عدل کروں تمہارے درمیان۔'' (الشوریٰ) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ ''اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا'' (النحل) چنانچہ عدل وانصاف کی یہ میزان مومنین کی ساری زندگی پر حاوی ہے۔ ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، توحید کے ساتھ آپس کے لین دین، تجارت وزراعت، قرض وامانت، مزدوری ودست کاری اور جتنے بھی شعبہ ہائے زندگی میں ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنا اور شریعت کے بتائے گئے طریقہ کار کو انفرادی واجتماعی زندگی میں پیش نظر رکھنا یہی عدل وانصاف ہے۔ زیر درس آیت میں اہل ایمان کو عمومی خطاب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدل وانصاف کا قیام محض حکومت وامارت کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر مسلم ومومن اس کا مکلّف ہے۔ زیر درس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ قسط کے معنیٰ عدل وانصاف کے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ عدل وانصاف پر ٹھیک ٹھاک قائم ہوجاؤ۔

شہادت میں حق پر قائم رہنا:

زیر درس آیت میں عدل وانصاف کا برتاؤ کرنے کا حکم جس معاملے کے لیے کیا گیا' وہ ہے شہادت (یعنی گواہی) شہادت کا معاملہ نہایت خاص ہے اور یہ ایک ذمہ داری ہے۔ انسانی زندگی میں عام طور پر اور خصومات میں خاص طور پر اسی ذمہ داری کو نبھانا پڑتا ہے۔ شہادت کے ساتھ عدل وانصاف اور ظلم وسرکشی کا گہرا تعلق ہے۔ اگر شہادت ایک ذمہ داری سمجھتے ہوئے اور حق پر قائم رہتے ہوئے دی گئی ہے تو عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا۔ اگر شہادت میں خواہش نفس اور

جھوٹے قول کو دخل ہے تو لازمی طور پر ظلم وزیادتی جنم لیں گے اور معاشرہ فساد زدہ ہوجائے گا۔ اسی لیے پہلے تو تاکید کی گئی کہ عدل کو اختیار کرو پھر آگے شہادت کا ذکر فرمایا۔ اسی مفہوم کی ایک آیت سورۃ طلاق میں ہے...... وَاَشْھِدُوا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّھَادَۃَ لِلّٰہِ ''اور گواہ کرلو دو صاحبِ عدل اپنے میں سے اور سیدھی ادا کرو گواہی اللہ کے لیے۔''

زیر درس آیت میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں حق پر مبنی گواہی دیں۔ اس گواہی دینے میں خواہ ان کی اپنی جانوں کو نقصان پہنچے۔ خواہ ان کے والدین کو عزیز واقارب کو وہ کسی حال میں بھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ آج ہم اگر اپنے فساد زدہ معاشرے پر سرسری نگاہ دوڑائیں اور ایک نظر اپنی عدالتوں کی طرف بھی دیکھ لیں تو قرآن مجید کی عدل وانصاف کے حوالے سے تاکید کی خوب وضاحت ہوجائے گی۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہیوں اور جھوٹی قسموں کا کاروبار عروج پر ہے۔ جھوٹ کو سچ اور سیاہ کو سفید بنانے میں ہمارے وکلاء یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔ جھوٹی گواہیوں کے ذریعے غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور ناداروں کا حق ڈکار لیا جاتا ہے۔ ظالم کامیاب ہے اور مظلوم نامراد۔ نتیجہ یہ ہے کہ پورا معاشرہ فساد زدہ ہوچکا ہے اور تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہے۔ اس فساد سے بچنے کے لیے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی قرآن مجید نے تاکید فرمادی تھی کہ کبھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اپنے والدین اور قریبی عزیزوں کی بھی پروا نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اہل ایمان کو باور کرایا گیا کہ یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اگر تمہارے والدین یا تمہاری جانوں کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ اَوْلٰی بِھِمَا کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ ان تمام لوگوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس کا دھیان رکھا جائے۔

شہادت کی یہ تفصیل اس سے متعلق ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں گواہی دے۔ مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں بیان فرماتے ہیں کہ شُھَدَاءَ لِلّٰہِ کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیتِ ذات، کمالِ صفات، اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں کی صداقت اور احکام کی حقانیت کے گواہ بن جاؤ۔ خواہ اس شہادت سے تمہاری اپنی ذات کو یا والدین اور عزیز واقارب کو کسی قسم کا دکھ پہنچے۔ تم قتل کردیئے جاؤ، والدین کو نقصان پہنچے، مال واسباب تباہ ہوجائے یا تم مفلس وقلاش ہوجاؤ۔ ہر حال حق کی اتباع کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے کو بھی شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی عزیز ترین متاع جان کی قربانی کے ذریعے شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اس لیے کہ کوئی مال دار ہو، نادار ہو، ان کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ تمہیں چاہیے کہ شہادت کے معاملے میں خواہشِ نفس کی اتباع ہرگز نہ کرو۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ اگر تم نے کج بیانی کی یا سچی گواہی دینے سے اعراض برتا اور اس کے نتیجے میں کمزور و بے قصور پھانس لیا گیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں۔ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ترہیبی جملہ ہے۔ جس میں انسانوں کو باور کرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حرکتوں سے، ہماری سوچوں اور دلوں میں اٹھنے والے خیالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر تم نے خواہش نفس کا اتباع کیا تو یاد رکھو تمہارے ساتھ برا سلوک ہوگا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق وانصاف پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

پروفیسر خالد شبیر احمد

دُعا

عہدِ گزشتہ' اے خدا پھر سے دکھا ہمیں
بھٹکے ہوئے ہیں راہ سے' رستے پہ لا ہمیں

تجھ کو' تیری کتابِ مقدس کا واسطہ
دینِ مبیں کی بخش دے پھر سے ضیا ہمیں

ہم دانشِ افرنگ کے پنجے میں آگئے
رحم وکرم سے آپ ہی تو اب چھڑا ہمیں

ہم بھی تو سرفراز ہوں فیضان سے تیرے
جذب و جنون و درد کی صہبا پلا ہمیں

چھٹ جائے سر سے اپنے بھی محرومیوں کا اَبر
عزم و شعور و شوق کی پہنا رِدا ہمیں

خائن ہیں خود فروش ہیں اربابِ اختیار
حرص وہوس کے زہر سے اُن کے بچا ہمیں

روشن خیال بُنتے ہیں سازش کا جال پھر
ان کے خلاف جنگ میں دے آسرا ہمیں

تجھ سے میں تیرے نام پہ کرتا ہوں التجا
جمہوریت کے قہر سے تو ہی بچا ہمیں

کیا پر سکون دور' خلافت کا دور تھا
اک بار پھر وہ دورِ خلافت دکھا ہمیں

عثمانؓ جیسی جود و سخا سے ہوں ہم کنار
صدیقؓ جیسی بخش دے خوئے وفا ہمیں

عزمِ عمرؓ سے روشنی پائیں دل و دماغ
اصحاب جیسا شوقِ وفا ہو عطا ہمیں

چاروں طرف سے نرغۂ باطل میں آگئے
حیدرؓ سا کوئی رہنما کردے عطا ہمیں

نقشِ قدم پہ قوم ہے ابن زیاد کے
کردارِ اہل بیت سے کر آشنا ہمیں

کٹنے نہ پائے گنبدِ خضریٰ سے رابطہ
محبوبِ حق کے دَر کا ہی رکھنا گدا ہمیں

خاؔلد ہے تجھ سے ملتجی رحمت کی بھیک کا
ان وحشتوں کے دَور سے تو ہی بچا ہمیں

ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی
(اسلام آباد)

حق

ہے علم سے عرفانِ حق
اور ذکر سے وجدانِ حق

دعوت سے ہے فیضانِ حق
اور جہد ' وجہِ شانِ حق

تصنیف ہے حفظانِ حق
حکمت بھی ہے میدانِ حق

لازم ہے سب کا احترام
ہیں سب کے سب اعیانِ حق

ہر اک کو رکھ دل سے عزیز
ہر سمت ہیں مردانِ حق

منسوب ہیں محبوب سے
پھر کیوں نہ ہوں عنوانِ حق

حق کا مساعد حق ہے بس
حق سے جفا نقصانِ حق

بے روح جس بن ہر عمل
اِخلاصِ قلب و جانِ حق

حق حق کہو حق حق کرو
حق حق میں ہے رضوانِ حق

سید محمد معاویہ بخاری

ڈاکٹر عبدالقدیر خان......قوم آپ کے ساتھ ہے

۲۲ راگست کو ملنے والی اطلاعات کے مطابق پاکستان کے جوہری پروگرام کے خالق اور پاکستان کو ایٹمی قوت سے ہمکنار کرنے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پراسٹیٹ کینسر ہو گیا ہے۔

۹۱۷ دنوں پر مشتمل قید نظر بندی کا نتیجہ اس کے سوا اور نکل ہی کیا سکتا تھا؟ ایک آزاد منش انسان جس نے اپنی خودمختاری و آزادی کے دن بھی حصول مقصد کے لئے قربان کرتے ہوئے قیدیوں کی طرح گزار دیئے تھے اور اہل پاکستان کو اچانک ایٹمی پاکستان بن جانے کی خوشخبری سنا کر فخر انبساط کی بے مثال رفعتوں سے ہمکنار کیا تھا۔ آج وہ حقیقتاً ایک مجرم بنا قید نظر بند کی ساعتیں بتا رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے کینسر میں مبتلا ہو جانے کی خبر شائد منظر عام پر پہلی بار آئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان پر کینسر کا یہ تیسرا حملہ ہے۔ انہیں دماغی کینسر تو اسی دن ہو گیا تھا جب انہیں محسن قوم کی مسند عزت سے اتار کر تمغۂ امتیاز سے محروم کرنے کی نا مسعود کوشش کی گئی اور عالمی مجرم بنا کر ذلت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ وہ اس تکلیف دہ مرحلۂ تذلیل کو بھی شاید اپنی تحمل مزاجی سے برداشت کر جاتے مگر اگلے مرحلے ان کے لئے اور بھی جگر خراش تھے جن میں عالم اسلام کی پہلی مملکت پاکستان کو ایٹمی قوت فراہم کرنے کی پاداش میں ان سے جبری معافی نامہ ٹی وی پر پڑھوایا گیا۔ خود اپنے ہی خلاف فرد جرم کی تفصیلات پڑھتے ہوئے ایک محبّ وطن اور ملک و قوم سے مخلص انسان کو بخوبی معلوم تھا کہ اس کی برسوں کی خونبار جدوجہد اور انتھک محنت سے کمائی ہوئی نیک نامی Do More کی قربان گاہ پر بطور نذر چڑھائی جا رہی ہے۔ اہالیان پاکستان کو بھی ان لمحوں کا پورا پورا ادراک تھا اور آج بھی ہے کہ ڈاکٹر قدیر خان نے ٹی وی پر آکر جو کچھ کہا تھا اس وقت جبر کے آسیب میں پوری طرح جکڑے ہوئے تھے، ضبط و اختیار کی حدیں تاراج ہوئیں تو دل کی دنیا بھی ویران ہو گئی، جذب و عشق کے ہزاروں چراغ جو شب بے نور میں روشنی کا واحد سہارا تھے ایک ہی ٹیلی فونک جھونکے نے بجھا دیئے تھے، حساس اداروں کی سکیورٹی میں اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے بعد ڈاکٹر قدیر خان کے دل میں درد کی جتنی ٹیسیں اٹھی تھیں انہوں نے اپنی مغموم مسکراہٹ تلے دبا لیں تھیں اور تفتیش کے اذیت ناک مرحلوں کے دوران ہی دل کی آماجگاہ میں دکھ کا کینسر ابھر آیا تھا۔ ۹۱۷ دنوں کی پرورش نے اس معنوی کینسر کو پراسٹیٹ کے حقیقی کینسر میں تبدیل کر دیا اور اب تو یہ عالم ہے کہ ۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کم و بیش پونے تین برس تک دل و دماغ کی کرب ناک کیفیتوں کو اپنی ذات میں جذب

کرتے رہے اور انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ مرحلہ ہائے شوق طے کرتے، صعوبتیں جھیلتے کہاں آ پہنچے ہیں۔ چند روز پہلے روز نامہ نوائے وقت میں پاکستانی عوام کی جانب سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے، جس کے مندرجات پڑھتے ہوئے آنکھیں بھیگ گئی ہیں۔ آنسوؤں کی دھند میں اس اشتہار میں کئے گئے مطالبہ کو پڑھتے ہوئے میں یہی سوچ رہا ہوں کیا ڈاکٹر عبدالقدیر واقعی ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے؟ بے حال سوچوں کا رُخ پڑوسی ملک کی مسند صدارت کی طرف مڑ جاتا ہے جہاں ایک ایٹمی سائنسدان کو بصد اعزاز ملک کا صدر بنا دیا گیا کہ اس نے بھارت کو ایٹمی صلاحیت دلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

اخبار میں شائع شدہ اشتہار میں صدر مملکت جنرل پرویز مشرف صاحب کے ایک بیان کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے مطابق ۱۹ر جون ۲۰۰۵ء کو نیوزی لینڈ کے شہر آکلینڈ میں کسی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت نے فرمایا تھا ’’پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خالق کو اس لئے معافی دی گئی کہ انہوں نے پاکستان کو اس وقت تحفظ بہم پہنچایا تھا جبکہ ملک تقریباً ختم ہونے کے حالات سے دوچار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر ایٹمی پھیلاؤ کے الزام کے باوجود وہ اب بھی قومی ہیرو ہیں۔‘‘ (’’نوائے وقت‘‘ ۲۴ر اگست ۲۰۰۶ء)

آج اس سوال پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر ایٹمی پھیلاؤ کے الزامات کس نے عائد کئے اور ان الزامات کے تحت بعد ازاں جو اقدامات کئے گئے اس کا نقصان کس کو ہوا؟ کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ عالمی طاقتیں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو اپنا پہلا اور آخری ہدف سمجھتی ہیں؟ کیا ہمارے مقتدر رہنما اتنا بھی نہ جان سکے تھے کہ اس کھیل میں شامل ہونے کا انجام بہر حال اپنی ہی شکست پر منتج ہونے والا ہے، الزامات کی یہ عالمی ایف آئی آر ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف نہیں بلکہ حقیقتاً پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور ڈاکٹر قدیر کی بدولت حاصل کردہ ایٹمی صلاحیت کے خلاف ہے۔ حاملینِ اقتدار بے شک تسلیم نہ کریں لیکن زمینی حقائق ثابت کر رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں یہ قضیہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے تناظر میں ایک بار پھر سر اٹھانے والا ہے۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد پاکستانی قوم کے لئے کوئی ایک دن بھی امن وراحت کا پیغام لے کر طلوع نہیں ہوا۔ جب ہم فرنٹ لائن سٹیٹ کے ہنڈولے میں بیٹھ کر روشن خیال بلندیوں کا نظارہ کرنے نکلے تھے تب شاید اس تلخ حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ اس خوشنما ہنڈولے نے بہر حال ایک روز پستیوں میں جا اترنا ہے، یہ خوفناک پستیاں بے شک ہمارا مطمح نظر کبھی نہ رہی ہوں گی مگر جن منہ زور خواہشوں کی تکمیل کے لئے سفر آغاز ہوا تھا اس کی آخری منزل بہر حال وہ ذلت آمیز پستیاں ہی ہیں جن کے خدوخال اب واپسی کے سفر میں واضح ہوتے جا رہے ہیں۔ ۶۰ برسوں کے دوران ہم نے قومی مفادات کے تحفظ کے عنوان سے ایسے بے شمار غلط فیصلے کئے جن کے نتائج ہمیں من حیث القوم بھگتنا پڑ رہے ہیں، اقتدار کے ہنڈولے اور اس کے سوار بدلتے رہتے ہیں، آئندہ بھی بدلتے رہیں گے مگر طاقت واقتدار کی مدہوشی میں جو کچھ کیا جا چکا اور اب بھی کیا جا رہا ہے اس کی ذمہ داری کوئی بھی مقتدر اپنے سر لینے کو تیار نہیں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر کو کینسر ہو جانا کوئی اچھنبے کی بات نہیں اور اس لئے نہیں کہ وہ شخص جس کی زندگی کا ہر لمحہ ملک وقوم کی خدمت میں صرف ہوا ہو جس نے ہزاروں راتوں کی نینداور ہزاروں دنوں کا سکھ چین حتیٰ کہ اپنے گھر بار اور ذاتی مفادات کو محض اس لئے فراموش کر دیا ہو کہ وہ اپنی ذات کو ملک وقوم کے نام منسوب و وقف کر چکا تھا۔اب کھلی آنکھوں اپنی محنت کی لہلہاتی فصلوں کو جلتے اجڑتے دیکھ رہا ہے...... ڈاکٹر قدیر کو کینسر ہی ہوسکتا تھا۔اس نے دل دماغ میں کھولتے جذبوں کو صبر وضبط کی زنجیروں سے باندھ تو دیا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ زنجیر اب زہر بھرے حالات کے محلول میں غرق ہو چکی ہے اور اس کے زہریلے اثرات نے خیمۂ جسم وجاں کے اطراف میں بھی اپنی قیام گاہیں تلاش کر لی ہیں۔ اخباری اشتہار میں شائع شدہ صدر مملکت کے فرمان گزشتہ کو ہی اگر سامنے رکھ لیا جائے تو امید یہی بندھی تھی کہ شاید اعلان معافی کے بعد وہ ایک آزاد اور عام شہری کی طرح اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام بسر کر سکیں گے۔مگر حکومتی ترجیحات تو امریکی حکام کے ہر ٹیلی فونک رابطے کے بعد تبدیل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ انہی ترجیحات میں کہیں ایک گوشہ لفظی معافی نامہ کے طور پر بھی سامنے آ گیا ہو گا لیکن ڈاکٹر عبدالقدیر آزاد نہ ہو سکے۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹیں گواہ ہیں کہ امریکی حکام نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو مزید تفتیش کیلئے طلب کیا تھا۔مگر عوامی ردعمل کے پیش نظر ہی اسلام آباد سے جاری ہونیوالے چند اعلیٰ سطحی بیانات میں اس کی تردید کر دی گئی۔ معالجین کہتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالقدیر شدید ذہنی ونفسیاتی دباؤ کی کیفیات سے گزر رہے ہیں، گھر کی چار دیواری میں ۱۷ ۹ دنوں سے خاموشی اور تنہائی کا عذاب سہنے والا شخص ذہنی دباؤ کا شکار نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا؟ کبھی اس کے دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہوتی ہیں اور کبھی سوچیں منتشر ہو کر فشار خون کا سبب بن جاتی ہیں۔حکومتی ذرائع اعلیٰ طبی سہولتیں فراہم کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر انہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ آزاد پرندوں کی پروازیں لاکھوں کروڑوں روپے مالیت کے گھر نما پنجروں تک محدود ہو جائیں تو بھی وہ خود کو بے بس قیدی ہی سمجھتے ہیں، خواہ آپ چمکتے اجلے پنجروں میں ان کی من پسند خوراک کھلائیں یا وبائی امراض سے بچانے کی سہولت فراہم کر دیں۔مگر ہیں تو وہ قیدی، اور آزادی کے خواہشمند۔۲۳راگست کو وزیر اطلاعات جناب محمد علی درانی صاحب اور مسلم لیگ ق کے صدر چوہدری شجاعت صاحب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی خیریت دریافت کرنے ان کی رہائش گاہ پہنچے تھے۔اس ملاقات کی تصویر ۲۴راگست کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے مجھے نہیں معلوم اس گھر نما زندان میں ملک وقوم کے محسن سے بالمشافہ ملاقات کرتے ہوئے ان دونوں حضرات نے کیا محسوس کیا ہو گا؟ لیکن میں یہ ضرور محسوس کر سکتا ہوں کہ ڈاکٹر عبدالقدیر احوال پرسی کے اس اعزاز اور انداز دلربائی پر نہ چاہتے ہوئے بھی بہت مسرور ہوئے ہوں گے۔کیا ہی اچھا ہوتا اگر حکومت اپنے زیر نگرانی ہی سہی مگر انہیں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے کی اجازت دے کر ایک فطری داعیہ کی تکمیل کر دیتی یا اپوزیشن کے سرکردہ افراد کو ہر ۲ یا ۳ ماہ بعد ان سے ملاقات کرنے اور ان کی دلجوئی کا سامان مہیا کرنے کی سہولت بارے سوچ بچار کر سکتی، صحافیوں کو ان

تک رسائی دے کر اصل صورتحال عوام کے سامنے لانے کا بندوبست کیا جاتا تو اس سے خود حکومتی ساکھ بہتر ہوتی اور عوام میں پائی جانیوالی بے چینی کا مداوا بھی ہوسکتا تھا لیکن ایسی کوئی صورت یا تدبیر اس لئے نکلتی نظر نہیں آتی کیونکہ واشنگٹن کی عالی بارگاہ میں اس نوعیت کی کوئی بھی کوشش شرف قبولیت نہیں پاسکتی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی بیماری جس مرحلہ میں بھی ہوانہیں بیرون ملک علاج کے لئے ہرگز نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ ایسا کوئی بھی اقدام ڈاکٹر قدیر خان کو امریکی تحویل میں دیئے جانے کے مترادف ہوگا۔ پاکستانی عوام ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کی بیماری کو ابھی تک کسی سازش کا حصہ نہیں سمجھتے۔ عوام صدر مشرف سے یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ ان کے مرض (پراسٹیٹ کینسر) کی تشخیص کو بیرون ملک منتقلی کا عذر نہیں بنایا جائے گا۔ پاکستانی قوم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی علالت پر دل گرفتہ ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ محسن قوم کو اپنے ملک میں ہی علاج کی اعلیٰ ترین سہولیات کی فراہمی بہرطور ممکن بنائی جائے اور اب ان پر حقیقی معنوں میں معافی کا اطلاق بھی ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب کی نظر بندی ختم کر کے انہیں ایک عام آزاد پاکستانی کی طرح جینے کی اجازت ملنی چاہئے۔ پاکستان کے عوام ڈاکٹر عبدالقدیر پر لگائے گئے الزامات کو حکومتی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتے ان کے جذبوں اور ان کی سوچوں کا محور قطعی الگ ہے۔ ان کے ذہنوں میں اپنے محسن کا مقام و مرتبہ وہی ہے جو ۲۸ رمئی ۱۹۹۸ء کو چاغی کے پہاڑوں میں ۷ را یٹمی دھماکوں کے بعد ہمیشہ کے لئے ان کے دل و دماغ پر نقش ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی بیماری کی خبر نے اہل وطن کو مضطرب کر رکھا ہے وہ ان کی تصویریں اٹھائے دیوانہ وار ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر روزِ اوّل سے پاکستانی قوم کے ہیرو تھے اور آج بھی ہیں۔ کسی بھی قسم کے الزامات واتہامات کی گرد عقیدت واحترام کے ان گہرے نقوش کو ہرگز نہیں مٹاسکتی اور نہ ہی عوام کا دلی رشتہ کسی طور اپنے محسن سے توڑا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر کے نام قوم کا یہ پیغام ہے کہ ہم ہر لمحہ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر کیلئے دعا گو ہیں۔

یحییٰ نعمانی

ممبئی دھماکے---پس منظر و پیش منظر

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

محترم یحییٰ نعمانی ٗ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ٗ ''الفرقان'' لکھنؤ کے مدیر اور نوجوان دانشور ہیں۔ذیل کے مضمون میں انہوں نے ہندوستان میں سی آئی اے کے جس کردار پر تشویش کا اظہار کیا ہے ٗ وہی کردار پاکستان میں بھی جاری ہے۔اُن کا یہ مقالہ پاکستان کی دینی قوتوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے۔(مدیر)

ہندوستانی حکومت کے امریکہ کے ساتھ نہایت مشتبہ طور پر بڑھتے ہوئے تعلقات پر ''الفرقان'' اپریل ۲۰۰۶ء کے ادارتی صفحات میں اپنے اندیشوں اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ اس کے آثار نظر آرہے ہیں کہ ملک کی داخلی و خارجی پالیسیوں پر امریکی اثرات بڑھتے جائیں گے۔اس سلسلے میں مسلمانوں کو تشویش محسوس کرنی چاہیے کہ امریکہ ہندوستانی حکومت کو مسلمانوں کے سلسلے میں خصوصاً ان کے دینی رجحانات اور دینی جماعتوں، مدرسوں اور اداروں کے سلسلے میں کیا مشورے دے گا (اور ان کو نشانہ بنانے کے لیے کیا کیا سازشیں رچی جائیں گی) یقیناً یہ سب اسی طرح سے ہوگا جس طرح پاکستان، مصر اور ترکی میں ہوتا آیا ہے۔خاص طور پر ہندوستانی مسلمان اس لیے ضرور امریکی سازشوں کے نشانے پر ہیں کہ ہندوستان تاریخی طور پر اس اسلامی بیداری کا ایک اہم ترین مرکز ہے جو امریکی انتظامیہ اور پالیسی ساز اداروں کے بقول ''انڈونیشیا سے اسپین تک'' پھیلتی جارہی ہے بلکہ ہندوستان اس بیداری کا صرف مرکز ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر اس کا سرچشمہ۔

اصل میں اسلامی بیداری اور عالم اسلام کے اندر اور باہر بھی ایشیا و افریقہ سے لے کر یورپ و امریکہ تک احیائے دین اور امت مسلمہ کے اندر رجوع الی اللہ اور حقیقت دین کی طرف بازگشت کے جو عمومی رجحانات واضح طور پر پائے جارہے ہیں۔ہندوستان اس کا ایک اہم ترین سرچشمہ ہے۔گزشتہ دو صدیوں میں یہاں اسلام کے ایسے سچے خادم اور روح آشنا پیدا ہوئے ہیں۔جن کی جدوجہد اور سوز دروں کے اثرات براعظموں سے باہر نکل کر رہے۔اس لیے بالکل فطری اور قابل فہم بات ہے کہ موجودہ بنیاد پرست امریکہ برصغیر (ہندو پاک و بنگلہ دیش) کے ان سرچشموں کو بھی اسی نظر سے دیکھے اور دنیا کو دکھائے۔جس سے وہ سعودی عرب اور نجد کے ''وہابی'' اسلام کو دیکھتا ہے اور جو اس کی زبان میں ''انتہا پسند، نفرت خیز اور دہشت گرد'' اسلام ہے۔بلکہ امریکہ کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ دنیا کے سامنے جس کو جیسا بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے ٗ ویسا دکھانے کے لیے منظر کشی کے اسباب بھی خود پیدا کرلیتا ہے۔اندیشے تھے کہ امریکی ایجنسیاں (جن کا ہندوستان میں عمل دخل طشت ازبام ہوتا جارہا ہے) ایسی منظر کشی کے اسباب خود ہندوستان میں پیدا کرنے میں لگ جائیں گی۔

گزشتہ ۱۱ر جولائی ۲۰۰۶ء کے ممبئی کے سلسلہ وار دھماکے اور اس کے بعد مرکزی حکومت کا جو رویہ رہا اور سرکاری وغیر سرکاری میڈیا نے جو رخ اختیار کیا ٗ افسوس کہ وہ ان اندیشوں کے واقعہ بننے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

یعنی: یہ صاف طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ ہندوستان کو امریکہ کے "War on terror" (دہشت گردی کے

خلاف جنگ) کے خونیں ڈرامے کا اسٹیج بنایا جارہا ہے ۔یہ جنگ یا یہ ڈرامہ جس کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ امریکہ اپنے حریفوں کو عالمی تسلط کی دوڑ سے Out Play کر کے باہر کردے ۔اس جنگی ڈرامے میں ایک وفادار سپاہی کا کردار ہندوستان کو بھی تفویض کیا گیا ہے ۔جس سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اپنے ملک کے اندر اسلامی دعوت اور احیائے دین کی تحریک کو اور اس کے ہر مرکز کو بند کرنے کی طرف پیش قدمی کرے اور اسلام کے خلاف عالمی یورش میں ایوانجی لیکل بنیاد پرست امریکہ اور اس کی بنیاد پرست نیوکن (Neocon) انتظامیہ کا ساتھ دے۔(۱)

جن لوگوں کی ''فسانۂ دہشت گردی'' کے ماضی پر خصوصاً پاکستان اور سعودی عرب میں پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے نظر ہے' وہ جانتے ہیں کہ ان دونوں ملکوں میں ایک عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ اسلامی تحریکوں کے خلاف حکومتوں کو سخت رویہ اپنانے پر آمادہ کرنے کے لیے اس طرح کی وارداتیں '' کچھ پس پردہ طاقتیں'' کرواتی ہیں اور پھر ایجنسیاں اور میڈیا اپنے کام پر لگ جاتے ہیں۔ممبئی میں ہونے والے دھماکوں کے بعد اسی قسم کے اندیشے پیدا ہورہے ہیں اور ان کے پیدا ہونے کے طاقتور اسباب ہیں۔

ہندوستان میں اس طرح کی وارداتوں کی ایک تاریخ رہی ہے۔ہر کچھ دنوں کے بعد کوئی بڑا واقعہ ہوتا ہے' جس کے بعد اکثر کوئی ایک یا دو تین جوان مار کر میڈیا کے ذریعے ملک کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں کہ یہ پاکستانی دہشت گرد تھے جو فلاں واقعہ کے ذمہ دار تھے۔یا دہشت گردی کے ایسے ایسے خطرناک منصوبے پر عمل کرنے جارہے تھے۔پولیس یا فلاں ایجنسی نے اپنی ''بے مثال مستعدی'' سے انہیں مار گرایا۔پہلے ان سارے مقتولوں کو پاکستانی کہا جاتا تھا جو اپنا یہ ''فرض'' مرتے دم تک نہیں بھولتے تھے کہ ان کے پاس ان کا شناختی کارڈ اور پاکستانی انتہا پسند تنظیموں کی رکنیت کے ثبوت ہر حال میں رہیں اور انہی کے ذریعے ان کی شناخت کرنے میں پولیس کو ایک منٹ کی بھی دیر نہیں لگتی تھی۔کیوں کہ ان کی جیبوں سے یہ دستاویزیں ضرور نکلتی تھیں۔مگر اب یہ مارے جانے والے ہندوستانی بھی نکلنے لگے ہیں۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ چونکانے والی اور تشویشناک بات یہ ہے کہ ''نام نہاد دہشت گردی'' کی سیکڑوں وارداتیں ملک میں ہو چکی ہیں اور سیکڑوں لوگ انکاؤنٹرس میں مارے جا چکے ہیں اور پورے ملک پر ''اسلامی دہشت گردی'' کا فوبیا مسلط کیے جانے کی کوشش جاری ہے مگر کسی شفاف عدالتی تحقیق کے ذریعہ دہشت گردوں کو سزا نہیں دی جاسکی۔

یہ بات دہشت گردی اور اس کے پیچھے چھپے منصوبوں کے بارے میں بہت کچھ بتلا رہی ہے۔اس سے یہ بھی پتا

(۱) موجودہ امریکہ اور اس کی انتظامیہ کو متعصب اور بنیاد پرست کہنے میں اب ہم مسلمان تنہا نہیں ہیں۔خود امریکی دانشوروں کی ایک تعداد کہہ رہی ہے کہ امریکہ لگاتار بنیاد پرست ہوتا جارہا ہے۔ان میں سے خاص طور پر نوم چومسکی تو امریکی بنیاد پرستی اور امریکی مظالم پر تنقید کے حوالے سے پوری دنیا میں معروف ہیں۔یہ بنیاد پرستی اب اس درجہ خطرناک اور تشویشناک ہوتی جارہی ہے کہ جمی کارٹر (سابق امریکی صدر) بھی اس پر احتجاج کر رہے ہیں۔اپنی تازہ کتاب (Our Endangered Values) میں پورا ایک باب انہوں نے امریکی بنیاد پرستی کے لیے خاص کیا ہے۔اشارے کی زبان میں فیصلہ کن صیہونی اثرات کا وہ اعتراف کرنے کے ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ بنیاد پرست عناصر نے امریکی خارجہ پالیسی کو مزید تباہ کن بنا دیا ہے۔(بحوالہ ''ترجمان القرآن''۔بابت جولائی ۲۰۰۶ء)

چلتا ہے کہ یہ وارداتیں یا تو کچھ ایجنسیاں کراتی ہیں اور دہشت گرد کہلانے والوں کا اس سے کچھ لینا نہیں ہوتا۔ یا کرنے والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں جن پر ان وارداتوں کا الزام ہوتا ہے اور ان کے سرے پاکستانی تنظیموں سے جڑے ہوتے ہیں اگر شفاف عدالتی تحقیق ہو تو پتا چل جائے کہ ان کا تعاون کون کون ایجنسیاں کر رہی ہوتی ہیں۔

ابھی چند ماہ پہلے تک ہندوستانی حکومت بانگِ دہل کہتی تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ایک بھی دہشت گرد نہیں ہے۔ وزیر اعظم منموہن سنگھ نے یہ بات صدر بش سے اپنے دورۂ امریکہ کے دوران اس طرح کہی کہ وہ میڈیا کو رتج میں بھی دی گئی۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد امریکہ کی اسلام اور اسلامیت کے خلاف یلغار کے سلسلے میں منصوبہ بنا کے ہندوستانی مسلمانوں کو بھی ''دہشت گرد'' ثابت کرنا ہے۔ اور ہندوستان کو بھی دہشت گردی کے خلاف امریکی عالمی جنگ میں کچھ رول ادا کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ بس پھر کیا دیر تھی، در پردہ کام کرنے والے جو حلقے اور لابیاں پولیس، اسپیشل ٹاسک فورس اور خفیہ ایجنسیوں سے لے کر مرکزی حکومت اور میڈیا میں موجود ہیں وہ تیزی سے حرکت میں آئے، اچانک رخ بدلتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ سرحد پار کی تنظیموں نے مقامی مسلمانوں کے اندر اپنا نیٹ ورک بنا لیا ہے۔ اور اب جو انکاؤنٹرس ہوتے ہیں تو ان کی خبروں سے یہ ٹیپ کا بند غائب ہوتا ہے کہ وہ پاکستانی تھے۔ یہ سب کچھ اس قدر مضحکہ خیز انداز سے ہوتا ہے کہ کبھی ہنسی آتی ہے کہ انسانوں کی آنکھوں پر پٹی باندھنا کتنا آسان ہو گیا ہے، اور کبھی ظالموں کی سنگدلی پر رونا بھی آتا ہے۔ بنارس کے مندر میں بم دھماکے ہوئے، اگلے ہی دن لکھنؤ میں اس کا ذمہ دار Master Mind سرغنہ مار دیا گیا۔ اور پوری دنیا میں بتایا گیا کہ فلاں دہشت گرد تنظیم کا اہم ذمہ دار تھا، جس کا وطن حیدر آباد تھا۔ دو ایک دن کے بعد ٹی وی چینلوں نے دکھایا کہ اس کی تصویر جب اخبارات میں چھپی تو دہلی کی ایک عورت نے روتے روتے بتایا کہ یہ اس کا شوہر تھا جو کباڑ بیچتا تھا اور ایک سال سے غائب تھا۔ محلّے والے کہتے تھے کہ غریب کو دو وقت کی روٹی سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ دہشت گرد تنظیم کا علاقائی کمانڈر بنتا۔ یہ ہے ''بین الاقوامی دہشت گردی'' کے ڈرامے کا ایک پہلو۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے علماء اور واقف کار حضرات جانتے ہیں کہ پاکستانی تنظیمیں جو آج بین الاقوامی دہشت گردی کا سرچشمہ کہلاتی ہیں امریکہ کا ان کو کس قسم کا در پردہ تعاون رہا ہے۔ ان میں سے ایک کے سربراہ جب ہندوستانی جیل میں تھے تو یہ بے خبر بھی واقف تھا کہ ان کو زبردست وی آئی پی برتاؤ اور رکھ رکھاؤ کا مستحق سمجھا گیا۔ وہ جیل میں روزانہ باقاعدہ لیکچرز دیتے تھے۔ اور تصنیفی و تحریری کام کرتے تھے۔ پھر ان کو بی جے پی کے وزیر خارجہ پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ رہا کر کے قندھار پہنچا کے آئے۔ الفرقان کے ہی ایک اداریے میں ایک فرنچ مصنفہ جلیس کیپیل کا یہ انکشاف بھی ریکارڈ میں آچکا ہے کہ اوکلاھاما کے ٹریڈ سینٹر پر بم دھماکے میں امریکی سیکیورٹی ایجنسی FBI کا ہاتھ تھا۔ اب تو یہ راز اتنا کھل گیا ہے کہ امریکی انتظامیہ اس کے اعتراف پر مجبور ہو چکی ہے۔

ایک تیسرا پہلو یہ ہے کہ ہندوستان میں سنگھ پریوار کے نیچے سے تیزی سے زمین کھسک رہی ہے، اب اس کے لیے آخری سہارا یہ بچا ہے کہ ہندوؤں کو ''اسلامی دہشت گردی'' کا ہوا دکھا کر اپنے جال میں پھانسا جائے۔ ۶/اپریل کو مہاراشٹر کے شہر ناندیڑ میں لکشمی راؤ راج کونڈ ووار کے گھر میں طاقت ور بم دھماکہ ہوا جس میں دو افراد مرے اور کئی زخمی

ہوئے ۔ پولیس تحقیقات سے پتہ چلا کہ رکھے ہوئے بم پھٹ گئے۔ تلاش کے دوران گھر سے کرتے پجامے، نقلی داڑھیاں اورٹوپیاں برآمد ہوئیں، یہ شخص بجرنگ دل کا علاقائی ذمہ دار ہے...... یکم جون کی صبح آرایس ایس کے صدر دفتر واقع ناگپور کے باہر تین شخص پولیس انکاؤنٹر میں مارے گئے۔ جن کے بارے میں پولیس کا کہنا یہ تھا کہ یہ آرایس ایس کے دفتر پر ایک دہشت گردانہ حملے کے لیے جارہے تھے۔ کچھ رضا کار تنظیموں نے اس کی آزادانہ جانچ کے لیے بمبئی ہائی کورٹ کے سابق جج جسٹس کولسے پاٹل کی سربراہی میں ایک تحقیقات کمیٹی تشکیل دی جس نے پورے واقعہ کو فرضی بتایا ہے، اور پولیس کی بیان کردہ تفصیلات کے ''سفید جھوٹ'' پکڑے ہیں۔ یہ پوری رپورٹ ہفتہ وار ''الجمعیۃ'' کے دوشماروں' (۸تا۱۴ جولائی) اور (۱۴تا ۲۰ جولائی) میں شائع ہوچکی ہے۔

اگر ہندوستانی حکومت اورایجنسیاں اپنے کردار کے مشتبہ نہ ہونے کا ثبوت دیتیں تو ملک کے امن وامان کا خون کرنے والے بمبئی کے حادثے کی شفاف اور سنجیدہ تحقیقات کراتیں۔ اس کے بجائے ہوا یہ کہ جس وقت زخمیوں کی تعداد بھی پتہ نہیں تھی اس وقت سے پولیس اورانٹیلی جنس ایجنسیوں نے اشارے دینے شروع کردیے کہ یہ لشکر طیبہ اور سیمی کا فعل ہے۔ اس وقت ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ فلاں تنظیم نے ایسا نہیں کیا۔ جانچ سے پہلے یقینی طور سے یہ بات خود وہ تنظیم کہہ سکتی ہے، یا جانچ کے بعد کوئی اور۔ مگر یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ جانچ تو دور کی بات، حادثہ کے جائزے سے بھی پہلے یہ طے ہوگیا کہ یہ فلاں تنظیم کا کام ہے۔ یہ غیر معمولی بات اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ انہوں نے کسی کے کہنے پر یا ازخود ہی یہ طے کررکھا ہے کہ اس کا ذمہ دار انہی تنظیموں کو ٹھہرانا ہے۔

پولیس اورانٹیلی جنس ایجنسیوں سے کہیں زیادہ غیر ذمہ دارانہ بلکہ مکروہ رویہ میڈیا کا ہے۔ پہلے وقت سے اخبارات اور ٹی وی اور ریڈیو کہے جارہے ہیں کہ یہ فلاں فلاں تنظیم کا کام ہے۔ اور بس اسی مفروضے کے اوپر تجزیوں، تبصروں اور رپورٹوں کی عمارتیں قائم کی جارہی ہیں، اور ''اسلامی دہشت گردی'' کی خوفناک جڑیں ہر چہار طرف پھیلی دکھائی جارہی ہیں۔ حکومت کا رویہ شروع میں تو کچھ بہتر رہا اور یہ معقول بات کہی گئی کہ جانچ سے پہلے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر میڈیا کے اس ہوشربا حملے کا، بلکہ بظاہر زیریز میں کام کرنے والی لابیز کا اس پر یہ اثر ہوا کہ اس نے بھی وہی کردار ادا کرنا شروع کردیا جس کا تجربہ ہم بی جے پی کی حکومت کے دور میں کرتے رہے تھے۔

وزیراعظم صاحب نے تو غیر ذمہ داری کی وہ مثال قائم کی ہے کہ اس کے بعد ان غیر مصدقہ خبروں پر یقین کرنا زیادہ مشکل نہیں رہتا کہ ان کی نامزدگی واشنگٹن سے ہوئی ہے۔ انڈین ایکسپریس کی ۱۲ر جولائی کی اشاعت کے حوالے سے یہ خبر کئی جگہ چھپ چکی ہے اور حکومت کی طرف سے اس کی تردید بھی نہیں آئی ہے کہ کابینہ کی میٹنگ کے دوران جناب ارجن سنگھ اور جناب عبدالرحمٰن انتولے نے جب اس امکان کی طرف توجہ دلائی کہ یہ شرپسند ہندو تنظیموں آرایس ایس اور بجرنگ دل وغیرہ کی کارستانی بھی ہوسکتی ہے اور اس امکان کی شہادت کے طور پر انہوں نے ان دوواقعوں کا تذکرہ کیا کہ آرایس ایس کے صدر دفتر کے قریب کیے گئے انکاؤنٹر کو بمبئی ہائی کورٹ کے سابق جج کولسے پاٹل کی سربراہی میں قائم فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے فرضی پایا۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ آرایس ایس دفتر پر حملے کے منصوبے کی کہانی گھڑی ہوئی تھی۔ اور دوسرا واقعہ یہ کہ

بجرنگ دل کے ایک کارکن کے یہاں رکھے بم پھٹے اور تلاش کے دوران پولیس کو اس کے یہاں ٹوپی، نقلی داڑھیاں اور کرتا پاجامہ وغیرہ ملے۔ ان دونوں وزیروں کا کہنا تھا کہ حکومت جانچ کے دائرے میں ان امکانات کو بھی لے۔ اس پر وزیر اعظم نے شدید ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: ''اس قسم کی نفاق پیدا کرنے والی باتیں کابینی میٹنگ میں رکھنے سے پہلے وزراء' وزیر اعظم سے اجازت لے لیا کریں۔'' حد ہوگئی۔ کانگریس کا وزیر اعظم بی جے پی کے وزیر اعظم سے آگے جانے کی کوشش کیوں کر رہا ہے؟

اس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے بلکہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ کانگریس کی سربراہی میں قائم اس حکومت نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا کہ اب مسلمانوں کو وہ تلخ تجربات نہیں ہوں گے جو ماضی میں ان کو کانگریس سے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے تو یہ تجربات تلخ تھے ہی مگر آخر ان ہی کی وجہ سے کانگریس کا زوال بھی ایسا ہوا تھا کہ ابھی تک اس زوال کے سائے سے اس کو مکمل چھٹکارا نہیں ہے۔ مگر لگتا ہے کہ کانگریس سے ابھی اس کی توقع نہیں قائم کی جاسکتی۔ وزیر اعظم کے الفاظ سے اس پختہ عزم کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ملک کی داخلہ پالیسی کو اسی رخ پر لے جانے کے لیے کمر بستہ ہیں جس کا مطالبہ ہندوستان سے امریکہ کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو ایک طے شدہ منصوبے کے تحت دہشت گرد قرار دینا' ان کے خلاف عوام میں غصہ ونفرت پیدا کرنا اور اس طرح کے واقعات کو اس مقصد کی خاطر ہیجان خیز بنا کر استعمال کرنا۔ ہماری ملی تنظیموں کو اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے اور باقاعدہ کانگریس قیادت سے مل کر ان سے حکومت کے اس عمومی رویے پر شدید مایوسی کا اظہار کرنا چاہیے کہ میڈیا اور بعض دوسرے حلقوں کے بے ثبوت الزامات اور غیر ذمہ دارانہ پروپیگنڈے پر اس نے اپنی منصبی ذمہ داری بالکل محسوس نہیں کی اور اس کا مطالبہ بھی کہ وزیر اعظم کی اس سنگین غیر ذمہ دارانہ زبان پر ان کا محاسبہ کیا جائے، کابینی میٹنگ میں جمہوری انداز سے مسائل پر فیصلے کیے جائیں اور وزیر اعظم کو اس تحکم آمیز انداز سے باز آنے کو کہا جائے۔

ہمیں یقین ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان کے قومی سلامتی، میڈیا اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے شعبوں پر سی آئی اے کا زبردست اثر قائم ہو چکا ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر (مشیر برائے قومی سلامتی) کا مؤثر ترین عہدہ تو صرف امریکی مفادات کی نگرانی کے لیے وقف ہے۔ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے' اس لیے وہ کیسے امریکی منصوبوں سے بچ سکتا تھا۔ پھر افسوس کہ یہاں کے سیاست دان اور اشرافیہ ضمیر کے بڑے سستے واقع ہوئے ہیں۔ اب یہ سب اس قدر عریاں ہو چکا ہے کہ آج ۲۳ جولائی کے ''ہندوستان ٹائمز'' میں اس کے ایڈیٹر معروف صحافی ویر سنگھوی نے تو پورا تفصیلی مضمون (جو اخبار کے آدھے صفحے پر آیا ہے) اسی بات پر لکھا ہے کہ ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہمارے اعلیٰ اور حساس ترین اداروں میں سی آئی اے کے ایجنٹ موجود ہیں۔ بین الاقوامی ایجنسیوں کے لیے کام کرنے والوں میں انہوں نے ایک سابق وزیر اعظم سے لے کر وزراء، کابینہ سیکرٹری، پرنسپل سیکرٹری اور اعلیٰ ترین عہدے داروں کے نام لیے ہیں۔

اب پوری صورت حال کی گتھی سلجھ جاتی ہے۔ امریکہ نے اپنے استعماری اور بنیاد پرستانہ مقاصد کے لیے مسلم دنیا

کونشانہ بنایا ہوا ہے۔ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی مسلم آبادی کو ایک خطرہ بنا کر پیش کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ کچھ ایسے خون ریزی کے واقعات ہوں جن میں بے گناہ لوگوں کی جان جائے اور ان میں مسلمان اور مذہبی مسلمان ملوث ہوں یا دکھائے جائیں۔اس جال میں بڑی آسانی کے ساتھ وہ سادہ لوح مسلم نوجوان پھنس سکتے ہیں جو دیکھتے ہیں کہ ان کی امت کے ساتھ بدترین مظالم ہورہے ہیں اور انصاف کا دروازہ عملاً ان پر بند ہے۔ ہندوستان میں یہی کھیل جاری ہے۔ غالبًا سی آئی اے کے یہی اثرات ہیں کہ ہندوستانی حکومتیں اس طرح کے واقعات کی پوری شفافیت کے ساتھ جانچ نہیں کرا پاتیں۔اس لیے کہ اس میں پھر بڑے بڑے ملوث نظر آئیں گے۔

بمبئی کے دھماکوں کی تحقیقات ابھی ابتدائی مرحلے میں ہیں۔ ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے۔حکومت نے جس طرح اس مسئلہ پر بیانات دیئے ہیں اور خاص طور پر میڈیا نے جیسا ہیجان خیز اور ملک کی امن وسلامتی کو اور جذباتی فضا کو تباہ کرنے والا انداز اختیار کیا ہے‘ خاص طور پر اس کا یہ پہلو نہایت مکروہ اور قابل نفرت ہے کہ اس کو اس طرح پروجیکٹ کیا جارہا ہے کہ گویا سارے ہی مسلمان اس کے ذمہ دار یا کم از کم مشکوک ہیں۔ بہار سے ایک مسلمان نوجوان کو پولیس نے شبہوں کی بنیاد پر گرفتار کیا اور پولیس کے ’’شبہے‘‘ کیسے ہوتے ہیں اس کو ہندوستان کا ہر باخبر شہری جانتا ہے۔اس کی گرفتاری پر سارے ملک کے میڈیا نے یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع کی کہ وہ ایک دینی مدرسے کا پڑھا ہوا اور حافظ ہے اور ایک دینی درس گاہ میں پڑھا چکا ہے۔ ابھی چارج شیٹ تک تیار نہیں ہوئی مگر مسلمانوں کی آبروشکنی کی مہم کے لیے میڈیا کو ایک ہتھیار ہاتھ آ گیا۔ ۲۲رجولائی کے ہندوستان ٹائمز نے ایک بڑی رپورٹ تیار کی جس کا عنوان اور خلاصہ یہ تھا کہ دہشت گردی کا جال پورے ہندوستان میں مغرب (بمبئی) سے مشرق (بہار) تک پھیل چکا ہے۔ خاص طور پر بہار اس کے لیے ایک نہایت موزوں زمین ہے، جو اس کو بہت راس آئے گی۔ اور بہار کے دہشت گردی کو راس آنے کی وجہ جلی حرفوں میں ہائی لائٹ کر کے یہ لکھی گئی ہے کہ بہار ’’ایک بڑی مسلم آبادی‘‘ کا صوبہ ہے۔ مگر جب پولیس نے اس کو ایک ہی دن کے بعد کسی ثبوت کے نہ ہونے کی وجہ سے رہا کیا تو میڈیا نے اپنے ہمیشہ کے معمول کے مطابق اس خبر کو غائب کر دیا۔ یہ اتفاق نہیں مستقل رویہ ہے‘ اس کو بدنیتی کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔

میڈیا کے ایک بڑے نام ور شخص نے حکومت میں بیرونی خفیہ ایجنسیوں کے گڑے ہوئے پنجوں کا جس طرح اعلان کیا ہے۔خود میڈیا کا یہ رویہ بتاتا ہے کہ وہ خود اسی شکنجے کا اسیر ہے۔ جو طاقتیں حکومتوں کو زیر دام لا سکتی ہیں، کسی اور کا ان کے زیر دام آنا کیا مشکل!

جس طرح ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ تحقیقات کے کسی قابل لحاظ حد تک پہنچنے سے پہلے یہ غلط ہے کہ کسی خاص طبقے کی طرف لگاتار شبے کی نظر ڈالی جائے۔ اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اس کی ذمہ داری ہرگز کسی مسلمانوں میں شمار کیے جانے والے فرد پر نہیں آ سکتی۔ہم کو اس امکان کو ذہن میں رکھنا ہوگا کہ تفتیش کسی ایسی تنظیم تک پہنچ سکتی ہے جو اعلانیہ ہندوستان میں گوریلا حملوں کو اپنا مقصد وجود بتاتی ہے اور کسی کے الزام لگانے پر ہی منحصر نہیں۔ وہ ہندوستان میں کیے گئے متعدد حملوں کی ذمہ داری خود لے چکی ہے۔ موجودہ حالات میں میڈیا اور حکومت کی غیر ذمہ دارانہ روش کی وجہ سے اس وقت

یہ بات کہتے ہوئے کچھ اچھا نہیں لگ رہا مگر ضرورت ہے کہ اس وقت یہ بات کہی جائے کہ موثوق ذرائع سے یہ اطلاعات ملی ہیں کہ یہ تنظیمیں ہندوستانی نوجوانوں پر اثر انداز ہونے اور ان کے درمیان اپنا نیٹ ورک پھیلانے کے لیے سرگرم عمل ہیں ۔ان کے پاس اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے مؤثر ہتھیار گجرات کے خونیں فسادات اور بابری مسجد کی شہادت جیسے وہ مظالم ہیں۔ جن کی ذمہ داری میں کچھ فرقہ پرست جماعتوں اور کسی خاص سیاسی پارٹی کے ساتھ اسٹیٹ اور سسٹم کا بھی حصہ ناقابل انکار ہے اور اطلاعات ہیں کہ وہ اس کو خوب مہارت کے ساتھ استعمال کر رہی ہیں ۔ سرحد پار اور اندر کے ان نادانوں کو سمجھانا بڑا مشکل ہے کہ یہ راستہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بڑا تباہ کن اور بربادی کا تو ہے ہی' دینی اور شرعی طور پر حرام اور بدترین گناہ بھی ہے ۔ایسا کرنے والا اصولی طور پر شریعت کے واضح حکم کو توڑنے کے ساتھ اسلام اور کروڑوں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچانے کا بھی گنہ گار ہے۔

معاملہ اس قدر پیچ در پیچ اور رہشت پہلو ہے کہ اس کے سارے پہلوؤں کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہو رہا ہے۔ مسلم نوجوانوں کو اس تباہ کن راستے پر ڈالنے میں بین الاقوامی ایجنسیاں اپنا تعاون تو دے ہی رہی ہیں ۔خود ہندوستانی ایجنسیوں کا طرزِ عمل بھی شفاف نہیں ہے۔لگتا ہے کہ کچھ در پردہ ہاتھ اس سنگین خطرے کے سدباب کے لیے صحیح تدابیر اختیار کرنے سے حکومت ہند یا کم از کم متعلقہ حکومتی اداروں کو روکے ہوئے ہیں ۔ان کی مجرب تدبیر یہی ہے کہ پہلے کچھ انتہا پسند عناصر کو پھلنے پھولنے دیا جائے اور پھر ان کے بہانے مسلمانوں کو شکار کیا جائے۔

مگر معاملہ کیسا ہی پر پیچ ہو اور کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو ہمیں اس ملک میں مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے لیے کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔صرف رقیبوں کے شکوے اور غیروں کے رویے پر احتجاج سے کام کس کا بنا ہے؟ اگر یہ سلسلہ یوں ہی بے روک ٹوک (Unchecked) چلتا رہا تو بس اللہ ہی جانے حالات کی ابتری کن انتہاؤں تک پہنچے گی ۔ہمیں بہرحال اپنی سی کوشش کرنی ہی ہے۔

وزارت داخلہ کو چاہیے کہ پہلے وہ اس معاملے میں ایمانداری اور غیر جانبداری کا ثبوت دے کر اعتماد کی فضا قائم کرے اور پھر اس کے پاس اس سلسلے میں جو حساس معلومات ہیں' ان کو کچھ سنجیدہ و باوقار مسلم قائدین کے علم میں لائے تا کہ وہ مسلم کمیونٹی کے اندران سوراخوں کو بند کرنے کی کوشش کریں جہاں پانی مر رہا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اس سلسلے میں بڑے واضح انداز میں یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس یہ شبہ کرنے کی واضح بنیادیں ہیں کہ اقتدار کے مراکز اور اعلیٰ وحساس اداروں میں امریکی ایجنٹس کی رسائی ان واقعات کی اصل ذمہ دار ہے اور حکومت جانتی ہے کہ وہ اس دہشت گردی کے مقابلے سے کیوں عاجز ہے اور وہ کون سی زنجیریں ہیں جن سے اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں ۔ بلکہ حکومت ہی نہیں میڈیا کے حضرات بھی اس سے واقف ہیں ۔ یہ کس قدر بزدلانہ عیاری ہے کہ اصل اسباب کو اپنے مالی مفادات کی خاطر چھپایا جائے اور امریکی ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر اپنے ملک میں منافرت اور نفاق کے وہ بیج بودیے جائیں' جس کا نتیجہ ملک کی تباہی اور غلامی کے علاوہ کچھ نہ نکلے۔

مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت خیزی کی اس مہم میں اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ، حقائق کے ساتھ کھلواڑ کیا

جارہا ہے کہ اس کا تصور دنیا کا کوئی شریف اور باحیا شخص اس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک خود ہی نہ دیکھ لے۔ایک مہم جاری ہے کہ دہشت گردی کی وارداتوں کو نہ ظلم وجبر کے شکار لوگوں کی آخری حد تک مایوسی کا نتیجہ بتایا جائے اور نہ کچھ جذباتی گمراہ لوگوں کا عمل بلکہ اس کی جڑیں خود اسلام میں پیوست دکھائی جائیں۔شیاطین وقت کو حقیقی اسلام سے اور اس پر ایمان رکھنے والے ان لوگوں سے جو اس کو اپنی اصل حقیقت میں باقی رکھے ہوئے ہیں اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کی دعوت دیتے ہیں۔پرلے درجے کا بیر ہے۔ایک مدت سے یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ یہ دراصل ''وہابی ہیں جو پوری دنیا میں دہشت گردی پھیلارہے ہیں۔دنیا میں جو حلقے بھی موروثی رسم ورواج اور بدعات وتحریفات کے بجائے حقیقی اسلام کے داعی ہیں۔ جن کی دعوت میں توحید اور تعلق مع اللہ اور شریعت کی پابندی مرکزی مقام رکھتی ہے۔یہ سب وہابی ہیں اور نتیجتاً دہشت گرد ہیں۔برطانیہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے: خدا کے دہشت گرد، وہابی فرقہ اور جدید جہاد کی پوشیدہ جڑیں

God's terrorists

The Wahhabi cult, and the hidden roots of the modern Jihad

مصنف چارلس ایلین (Charles Allen) کا کہنا یہ ہے کہ بن لادن تو ایک افسانوی نام ہے۔ورنہ یہ وہابی فرقہ دراصل ساری دہشت گردی کا ذمہ دار ہے۔یہ جس وقت سعودی عرب کے علاقے نجد میں شروع ہوا۔اسی وقت اس کی بنیاد برصغیر ہندوپاک میں شاہ ولی اللہ نے رکھی تھی۔شیخ محمد بن عبدالوہاب نے ان نظریات کی تعلیم ایک سندھی عالم شیخ محمد حیات سے مدینہ منورہ میں حاصل کی تھی جو نقشبندی اور ابن تیمیہ سے متاثر تھے اور اسی دور میں شاہ ولی اللہ نے مدینہ میں شیخ محمد حیات سندھی کی شاگردی کی تھی۔کتاب کا دعویٰ ہے کہ پوری دنیا میں دہشت گردی کے یہی دو سرچشمے ہیں۔

بمبئی دھماکوں کے فوراً بعد ۷ارجولائی کے ''ہندوستان ٹائمز'' میں اس کتاب پر مفصل تبصرہ Beyond Belief (ناقابل یقین انکشاف) کے عنوان سے شائع ہوا۔نمبر دو کی سرخی تھی ''القاعدہ کے طرز کی مجنونانہ سوچ کی جڑیں جس طرح عرب میں ہیں، برصغیر میں بھی اتنی ہی ہیں۔''

عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

یہ جو اسلام کے داعیوں اور امت مسلمہ کو ثابت قدم اور دین حق پر کاربند رکھنے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف شیاطین وقت کی عالم گیر مہم ہے اس کا ایک بڑا مقصد ہماری ہمتوں کو کمزور کرنا، ہمارے دلوں کو مرعوب کرنا اور ہمیں دین کے سلسلے میں کمزوری دکھانے پر مجبور کرنا بھی ہے۔مگر ہمیں تو تعلیم دی گئی ہے کہ: دنیا میں فساد پیدا کرنے والے حق کے دشمنوں کی دھمکیوں اور ڈراووں کے باوجود تم جمے رہنا اور ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ جن کو حق پر اور اس کی دعوت پر پکا یقین نہیں ہے۔تمہاری ہمت وعزیمت کو کم کرنے کا سبب بن جائیں۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّلَایَسْتَخِفَنَّکَ الَّذِیْنَ لَایُوْقِنُوْن.

مولانا مشتاق احمد

آزادیٔ فکر و نظر......فوائد و نقصانات

دورِ حاضر میں یورپ سے آمدہ جس فکری یلغار نے تمام دنیا کو لپیٹ میں لے رکھا ہے اس کا مرکز و محور آزادی ہے۔ مذہب کے تبدیل کرنے کی آزادی، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی آزادی، جائے قیام کے انتخاب کی آزادی، مذہب کے امتیاز کے بغیر شادی کرنے کی آزادی، فکر و نظر کی آزادی وغیرہ......اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو مذکورہ ہر نوع کی آزادی حاصل ہے۔ اس مضمون میں ہم آزادی فکر و نظر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو حق حاصل ہے جو نظریات چاہے اپنائے، اپنے نظریات کا اظہار جس طرح چاہے کرے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

فکر و نظر کی لہر جو یورپ میں پیدا ہوئی اس کا خاص پس منظر یہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں صدیوں تک پاپائیت کا راج تھا۔ بادشاہ بھی پوپ اور اس سے نیچے درجہ بدرجہ عیسائی مذہبی رہنماؤں کے محتاج ہوا کرتے تھے۔ ان کے جاری کردہ احکام سے سرتابی نہ کر سکتے تھے۔ مذہبی رہنماؤں کو کلی اختیارات حاصل تھے۔ وہ گناہوں سے توبہ کا سرٹیفکیٹ تقسیم کیا کرتے تھے۔ ہر گناہ کا الگ ریٹ مقرر تھا۔ بائبل میں لکھے ہوئے نظریات سے انحراف ایک ناقابل معافی گناہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ معروف سائنس دان گلیلیو نے جب اپنی سائنسی تحقیقات کا اعلان کیا تو اسے سزا موت دی گئی اور بھی کئی سائنسدان پاپائیت کی بھینٹ چڑھے۔ زبان بندی اور اظہارِ رائے پر پابندی کے صدیوں پر مشتمل ظالمانہ نظام کے خلاف ایک تحریک اٹھی جن نے یہ نعرہ لگایا کہ مذہب ہر شخص کا نجی معاملہ ہے۔ ریاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ جس تحریک کے نتیجہ میں پادریوں کی اجارہ داری ختم ہوگئی۔ لوگ مذہب سے دور ہوتے چلے گئے۔ نوبت بایں جارسید کہ آج یورپ میں سینکڑوں گرجے غیر آباد ہیں، بند پڑے ہیں، اتوار کو بھی وہاں کوئی عبادت کرنے نہیں آتا، بلکہ بہت سے گرجے فروخت ہو چکے ہیں اور وہاں مسجدیں بن چکی ہیں۔

آزادی کی اس تحریک کے علمبردار چونکہ غیر مسلم تھے۔ انہوں نے تفریط کا حل افراط کی صورت میں پیش کیا۔ جبر و تشدد کی اس فضا کے خلاف احتجاج نے حدود و قیود کو بالائے طاق رکھ دیا۔ ان کی ہر قسم کی موجوزہ آزادی، ہر قید سے آزاد ہوتی چلی گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا اگر مسلمان ممالک کے حکمران، مسلم عوام کے اصرار اور دباؤ پر کوئی قانون بناتے ہیں تو وہ اسے اقوام متحدہ کے قانون کی خلاف ورزی اور مسلمانوں کو تنگ نظر، دقیانوسی اور بنیاد پرست قرار دیتے ہیں۔

اسلام کے علاوہ کسی اور آسمانی مذہب والوں کے پاس ان کا دین اصل حالت میں نہیں ہے۔ اس کا ان ناقدین

کو بہت ''دکھ'' ہے۔ ہر طرف سے ہر طرح کی فکری وثقافتی یلغار اسلام اور مسلمانوں پر کی جارہی ہے۔ جدت پسندی کی آڑ میں اسلام کو نظر انداز کر کے ہر شئے کو جائز قرار دینے کی روش چل نکلی ہے۔ اور مسلم لیڈروں کی اکثریت شعوری و غیر شعوری طور پر اس طوفان میں بہتی جارہی ہے۔ جو شخص حدود و قیود کا خیال رکھنے کی بات کرتا ہے وہ تنگ نظر اور انتہا پسند قرار پاتا ہے۔ آزادی فکر کی اس لہر نے کئی مفاسد کو جنم دیا ہے۔

(۱) سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین کرنا آسان ہو گیا ہے۔ آزادی اظہار رائے کے نام پر جو چاہتا ہے لکھ ڈالتا ہے مسلمانوں کے جذبات کا کوئی احترام نہیں کرتا۔ اس کے برعکس مسلمان تمام آسمانی مذاہب کے رہنماؤں کا احترام کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

(۲) اسلامی قوانین کا مذاق بکثرت اڑایا جاتا ہے۔ نیک نیتی سے مذاکرہ یا سیمینار منعقد کرنا اور چیز ہے۔ مذاکرہ کے نام پر اسلامی قوانین کا مذاق اڑانا اور توہین کرنا اور چیز ہے۔ اخبارات اور ٹی وی مذاکروں میں ان دونوں کو خلط ملط کیا جارہا ہے۔ مذاکرہ اور افہام و تفہیم کے نام پر جو اٹھتا ہے وہ اسلامی قوانین اور آج کل کے اعتبار سے اسلامی حدود کا مذاق اڑانا شروع کر دیتا ہے۔

(۳) آزادی اظہار رائے کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ بیشتر ممالک میں کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور مذہب کی تبلیغ کی آزادی تو حاصل ہے لیکن حکمرانوں پر تنقید کی آزادی ناممکن ہے۔ پاکستان کی صورت حال یہ ہے کہ شیخ رشید احمد سمیت کئی وزراء یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ موجودہ سیاسی نظام پر اگر ہم نے تنقید کی تو نوکری سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ تو اخبارات کے مدیر ہی بتا سکتے ہیں کہ خبریں سنسر شپ کے کتنے مراحل سے گزر کر عوام تک پہنچتی ہیں۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہی حوصلہ تھا کہ بر سر عام اپنے جاری کردہ احکام پر عوامی تنقید سنا کرتے تھے۔ دور فاروقی کے کئی واقعات زبان زد عام اور تاریخ وسِیَر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(۴) آزادی فکر کی ایک اہم قباحت یہ بھی ہے کہ اس تحریک کے مطابق ہر شخص کو کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک مسلمان، ہندو، عیسائی یا یہودی بن جائے۔ اسلام اسے مرتد قرار دیتا ہے۔ اگر تین دن کی مہلت کے باوجود وہ اسلام کی طرف واپس نہیں لوٹتا تو وہ واجب القتل ہے۔ اسی طرح کسی گمراہ شخص کو اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ وہ تبلیغ کر کے مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹائے۔ لیکن اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو ہر نوع کی آزادی حاصل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آزادی کی یہ یورپین تحریک کہاں کہاں اسلام سے متصادم ہے اور اس ٹکراؤ کو دور کس طرح کیا جا سکتا ہے اس کے بغیر تمام مسائل جوں کے توں رہیں گے۔

محمد عابد مسعود ڈوگر

7 ستمبر...... یومِ تحفظِ ختم نبوت ﷺ

سات ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ ختم نبوت کا منکر بالاتفاق دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نبیٔ آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔

اسود عنسی حضور اکرم ﷺ کے آخری لمحات میں حضور اکرم ﷺ کے حکم سے جہنم رسید ہوا جبکہ مسیلمہ کذاب حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ایک بڑا لشکر بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے اس اعلان سے لوگوں کو گمراہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اور اپنی خلافت کے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کر کے لشکر کشی فرمائی، چونکہ دوسری بہت سی جگہوں پر اس وقت اسلامی فوج مصروف تھی اور تمام جوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان معرکوں میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے اس لشکر میں اصحاب بدر مفسر، محدث، حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر تیس ہزار سے کچھ زائد تھا۔ سخت قسم کا معرکہ ہوا۔ اس موقع پر بارہ سو سے زائد مذکورہ بالا صفات کے حامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قربان ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب اپنے لشکر سمیت جہنم رسید ہو کر گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گیا۔ اس دجال سے لے کر مرزا قادیان تک بہتر (۷۲) کے قریب سیاہ بختوں نے نبوت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ ان تمام کو امت مسلمہ نے بالاتفاق مسترد کر دیا۔ بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نبوت کے ہر مدعی کو کذاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے کوسوں دور پھینک دیا۔ اسی تناظر میں ہم مرزا غلام قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے بپا کردہ اس صدی کی عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں؟ بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب ''تاریخ رئیسانِ پنجاب'' میں مرزا قادیانی کے خاندان کا قصہ بیان کیا ہے؟ جس کا اردو ترجمہ سید نوازش علی شاہ مترجم دفتر گورنر پنجاب نے ۱۹۱۱ء میں سرکار کی اجازت سے کر دیا تھا۔ اس کتاب کی جلد دوئم کے

صفحہ ۴۴ پر مرزا قادیانی کے خاندان کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دور حکومت زوال پذیر ہوا تو مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہوگئے جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے مصروف جہاد تھے۔ مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سید احمد شہید کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا، اس لیے کشمیر پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کیے وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان حملوں میں مرزا قادیانی کے والد اور بھائی غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروف پیکار رہے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے جس کی قیادت میں بالاکوٹ کے مقام پر سید احمد شہید کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی، جس میں جذبۂ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہوگئی۔

مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا قادیانی نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا اور انگریز کی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے، کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔'' (شہادت القرآن، ص ۵۴)

۱۹۲۹ء تک علماء نے علمی مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے قادیانیت کا مقابلہ کیا، جو علماء اس میدان میں مرزا قادیانی کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا لطیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللہ لدھیانوی، محمد اسماعیل، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۱۹۲۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ احرار کے قیام کے چند ہی دنوں بعد تحریک کشمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں قادیانیوں نے کشمیریوں سے ہمدردی کے نام پر اپنی کفریہ سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کشمیر کمیٹی بنائی اور اس میں حضرت علامہ اقبالؒ کو بھی شامل کیا۔ پنڈت نہرو کو بھی قادیانیت کے بارے میں دھول جھونکنے کے لیے اس کمیٹی میں شامل کیا گیا۔ احرار کی تحریک پر علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں کیے گئے سوال کے جواب میں اپنے ایک خط میں لکھا ''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' مولانا ظفر علی خان نے صحافت کے ذریعے اس فتنے کا تعاقب کیا۔ روزنامہ ''زمیندار'' اس مقصد کے لیے وقف تھا۔

احرار کے قیام سے قبل جتنی بھی کوششیں ہوئیں، وہ ساری علمی اور انفرادی سطح کی تھیں۔قادیانیوں کے خلاف منظّم تحریک احرار ہی نے اپنے قیام کے بعد چلائی۔۱۹۳۰ء میں محدث اعظم حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسے کے موقع پر پانچ سو علماء کی موجودگی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ''امیر شریعت'' کا لقب عطا فرمایا اور قادیانیت کے خلاف جدو جہد کرنے کے لیے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔آپ کی اقتداء میں پانچ سو جید علماء نے اس عظیم الشان اجتماع میں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی زندگی کو دو کاموں کے لیے وقف کر دیا ایک عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور دوسرا ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء۔احرار نے قادیانیت کا باقاعدہ اور منظّم انداز میں تعاقب کرنے کے لیے عوامی اجتماعات منعقد کرنے شروع کر دیئے۔قادیان میں جس کو قادیانی امت نے ایک علیحدہ ریاست بنا رکھا تھا، اپنا ایک دفتر قائم کیا، مستقل طور پر شعبۂ تبلیغ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی مسجد و مدرسہ قائم کر دیا۔۲۱،۲۲،۲۳؍اکتوبر ۱۹۳۴ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں قادیان میں عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مرزا بشیر الدین کی درخواست پر انگریز حکومت نے قادیان کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔احرار نے شہر کی حدود کے باہر یہ کانفرنس منعقد کی۔جس میں کراچی سے راس کماری تک کے دو لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنی تمام تر طاقت تبلیغی و اصلاحی امور اور استحکام پاکستان کے لیے وقف کر دی۔احرار نے قیام پاکستان تک کیا کیا قربانیاں دیں اور انگریز کو اپنے اقتدار کا ٹاٹ لپیٹنے پر کیسے مجبور کیا؟ پاکستان کے قیام کے بعد قادیانیوں نے ربوہ (حال چناب نگر) کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور نئے طریقوں سے اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا۔پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا۔اس نے اپنے سرکاری منصب کا اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے بے دریغ استعمال کیا۔

قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا سد باب کرنے کے لیے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ایماء پر مولانا لعل حسین اختر نے ۳؍جون ۱۹۵۲ء کو تمام مکاتب فکر کی مجلس مشاورت بلائی، تاکہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے اس نئے فتنے کا سد باب کیا جا سکے۔اس مشترکہ مجلس نے ذیل کے مطالبات مرتب کیے:

(۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ کے عہدے سے علیحدہ کیا جائے۔

(۳) تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے اپنا سال قرار دیا۔بلوچستان کو بالخصوص اور پنجاب کو بالعموم قادیانی سٹیٹ بنانے کے لیے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چنیوٹ میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ۱۹۵۲ء گزر چکا ہے اور قادیانیوں کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی قرار پاتی ہیں۔اب

میں اعلان کرتا ہوں کہ ۱۹۵۳ء تحفظ ختم نبوت کا سال ہے۔مجلس احرار اسلام کی تحریک پر کراچی میں قائم ہونے والی کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے تحت پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف بھر پور احتجاجی مہم شروع ہوگئی۔ یہ مہم دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان تحریک میں بدل گئی۔اس تحریک میں مجلس احرار اسلام، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، تنظیم اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی اور حزب اللہ شامل تھیں۔خواجہ ناظم الدین نے اس تحریک کو اپنے اور دولتانہ کے خلاف سمجھا اور اس کو کچلنے کے لیے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا اور لاہور میں جزوی مارشل لاء لگا دیا گیا۔ پورے ملک میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جیلوں کی نذر کیا گیا۔قائدین جب جیلوں سے رہا ہو کر آئے تو فضا بہت تبدیل ہو چکی تھی۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بڑھاپے نے آن لیا۔عاشقانِ ختم نبوت نے ذرا آرام کے بعد تحریک کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کر دیا۔دھیرے دھیرے پورے ملک میں تبلیغی طرز پر کام چلتا رہا۔آخر کار ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر بارش کے پہلے قطرے کا کام کیا۔ملک بھر میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائے گئے۔قائدِ احرار، جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ نے آزاد کشمیر اسمبلی کو مبارک باد دی۔سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر، ان کے رفقاء، اراکین اسمبلی اور کشمیری مسلمانوں کو قلب و جگر کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیا۔

اس فیصلے نے مسلمانوں کو ایک ولولۂ تازہ دیا۔دوسری طرف مئی ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کا ایک گروپ سیر و تفریح کی غرض سے چناب ایکسپریس سے پشاور جا رہا تھا۔جب ٹرین ربوہ پہنچی تو قادیانیوں نے اپنے معمول کے مطابق مرزا قادیانی کی خرافات پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔نوجوان طلباء اس سے مشتعل ہوگئے۔طلباء اور قادیانیوں کے مابین تو تکار ہوگئی۔طلباء نے ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔قادیانیوں نے اس وقت تو اس گروپ کو جانے دیا اور اپنے خفیہ ذرائع سے اس کی واپسی کی تاریخ کا پتا لگوایا۔واپسی پر ۲۹ مئی کو طلباء جب ربوہ پہنچے تو قادیانی دیسی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر طلباء پر ٹوٹ پڑے اور جس ڈبے میں یہ گروپ سوار تھا' اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔انہوں نے طلباء کو نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔طلباء لہولہان ہوگئے۔ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔آناً فاناً یہ خبر فیصل آباد پہنچ گئی۔تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنما مولانا تاج محمود ایک بہت بڑا جلوس لے کر فیصل آباد سٹیشن پر پہنچ گئے۔یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی' اس لیے ہزاروں شہری پہلے ہی سٹیشن پر موجود تھے۔مسلمانوں نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور طلباء کی مرہم پٹی کرائی گئی۔اگلے روز یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر جگہ مظاہروں کا ایک طوفان امڈ پڑا۔اس واقعہ پر اسلامیانِ پاکستان کے احتجاج نے تحریک ختم نبوت کو نئی جہت دی۔عوام کے اس پرزور احتجاج پر حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔پنجاب اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے اس واقعے پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے فرمایا: ’’ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام مسالک کے علماء متفق ہیں کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘

۹ رجون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا۔اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء میں قائد احرار سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مولانا

مفتی محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور چودھری ثناء اللہ بھٹہؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔جبکہ نوابزادہ نصر اللہ خانؒ اور آغا شورش کشمیریؒ بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔اس موقع پر باقاعدہ طور پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی۔مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو اس کا کنوینر مقرر کیا گیا۔مستقل انتخاب کے لیے ۱۷رجون کو فیصل آباد میں تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا گیا۔یہ اجلاس بھی مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں شرکت کرنے والی جماعتوں میں مجلس احرار اسلام مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان ،حزب الاحناف، جماعت اسلامی، جمعیت اہل حدیث ،مسلم لیگ اور پاکستان جمہوری پارٹی شامل تھیں۔اس موقع پر جو ایکشن کمیٹی تشکیل پائی' اس کے کنوینر سید محمد یوسف بنوریؒ جبکہ سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمود احمد رضویؒ کو منتخب کیا گیا۔اجلاس میں انتخاب کے حوالے سے کئی مشکل مرحلے آئے ،مگر سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے استفادہ کیا گیا اور تمام معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پا گئے۔

اس کے بعد مجلس عمل کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، صاحبزادہ محمود احمد رضویؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور دیگر درجنوں علمائے نے مجلس عمل کے مطالبات کی راہ ہموار کرنے کے لیے پورے ملک کے دورے کیے۔قادیانی اس تحریک سے بلبلا اٹھے اور مسلمانوں کو تشدد کے ذریعے ہراساں کرنے کے لیے کئی جگہ دستی بموں سے حملے کیے۔حکومت نے ابتدائی طور پر تحریک کو ختم کرنے کی بھر پور کوشش کی۔مرکزی اور مقامی سطح پر قائدین کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔جناب آغا شورش کاشمیریؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ان کے ہفت روزہ ''چٹان'' کو بند اور پریس کو سیل کیا گیا۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے سید عطاء المحسن بخاریؒ کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔قائدین کی اکثریت تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے مطالبے کی پاداش میں جیل کی نذر ہوگئی مگر ان تمام معاملات نے تحریک کو ایک نئی جلا بخشی۔

طلباء تنظیمیں بھی میدان میں آ گئیں۔جمعیت طلباء اسلام، تحریک طلباء اسلام، انجمن طلباء اسلام، اسلامی جمعیت طلباء نے اس تحریک میں زبردست کردار ادا کیا۔تحریک طلباء اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی اپنی پر جوش تقریروں کی وجہ سے حلقے میں بہت زیادہ مشہور تھے۔حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا، مگر تحریک پھیلتی چلی گئی۔بالآخر حکومت نے قوم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اقتدار جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے سانحہ ربوہ اور قادیانی مسئلے پر سفارشات مرتب کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیا۔جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے قومی اسمبلی میں ایک پرائیویٹ بل پیش کیا' جس پر اٹھائیس معزز اراکین اسمبلی کے دستخط ثبت تھے اور یہ بل حزب اختلاف کی طرف سے تھا۔ان دنوں حزب اختلاف کے قائد مولانا مفتی محمودؒ تھے۔صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں قادیانی مسئلے پر ایوان میں بحث شروع ہوگئی۔قادیانی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے محضر نامے پیش کیے۔

قادیانی گروپ کے جواب میں ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' نامی محضر نامہ تیار کیا گیا۔حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ

جات کی تدوین کا کام کیا۔مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق نے ان حوالہ جات کو ترتیب دے کر ایک خوبصورت کتاب مرتب کر لی۔چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہو گیا،جس کو مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔لاہوری گروپ کے جواب میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مستقل طور پر محضر نامہ تیار کیا۔قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مؤقف پیش کرنے یا سوالات اور جوابات پر جرح کے لیے بلایا گیا۔۵ سے ۱۱ اور ۲۰ سے ۲۱/اگست ۱۹۷۴ء تک کل گیارہ روز مرزا ناصر احمد قادیانی پر جرح ہوئی۔۲۷ اور ۲۸/اگست لاہوری گروپ کے صدر الدین،عبدالمنان عمر اور سعود بیگ پر ہر روز جرح ہوئی۔۵،۶/ستمبر کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحییٰ خان بختیار نے بحث کو سمیٹا۔انہوں نے دو روز تک اراکین قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مفصل بیان پیش کیا۔

۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کے دونوں گروپ مرزائی اور لاہوری گروپ کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا اور عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا۔یہ بل متفقہ رائے سے منظور کیا گیا تو حزبِ اختلاف اور حزب اقتدار کے ارکان فرط مسرت سے آپس میں بغل گیر ہو گئے۔پورے ملک میں اسلامیان پاکستان نے گھی کے چراغ جلائے۔

یہ دن ہمیں اپنے اسلاف کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔جن کی برکت سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس پر نیک نیتی کے ساتھ مؤثر طور پر عملدرآمد کرائے،مرزائیوں کو اپنی متعینہ حیثیت کے اندر رہنے کا پابند بنائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کرے۔اس وقت برصغیر میں اس مسئلے کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام اور اس کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ......عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے استیصال کے لیے کام کر رہی ہے،جبکہ بعض شخصیات اور علاقائی ادارے بھی اس محاذ پر بڑی محنت کر رہے ہیں۔

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی،تاریخی،سیاسی،ادبی اور
اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

حکیم محمود احمد ظفر

خاندانِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ تینوں حضرات اپنی اس ترتیب کے ساتھ اُمت میں افضل مانے اور جانے جاتے ہیں۔لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روافض کے خیالات وجذبات بعض خاص وجوہ کی بنا پر اچھے نہیں۔ چنانچہ اپنی کتابوں میں جہاں کہیں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا اُن کے خاندان کا تذکرہ کیا گیا ہے تو ایسے نازیبا الفاظ ان کے بارے میں لکھے گئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے قلم کا سینہ شق اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے لیکن تاریخ کے اوراق کی اگر ورق گردانی کی جائے تو صاف پتا چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے ساتھ بھی خاندانِ بنو ہاشم کی بڑی قریبی رشتہ داریاں تھیں اور خاندانِ بنو ہاشم نے ان کو کبھی بھی اپنا دشمن نہیں سمجھا تھا۔ وگرنہ وہ ان سے کبھی بھی یہ رشتہ داریاں نہ کرتے۔ پھر ان میں سے اکثر رشتہ داریاں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئیں۔ جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تاریخ میں بنوامیہ کی خلافت کے اختتام تک کبھی ایسا موقع نہیں آیا۔ جب ان دو خاندانوں میں کبھی عداوت اور دشمنی ہوئی ہو بلکہ یہ دونوں خاندان آپس میں بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ اب ان کی آپس میں رشتہ داری کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

رشتہ اوّل:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں۔ اس رشتہ کے لحاظ سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے حقیقی برادرِ نسبتی (سالا) لگتے تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ کو سُنی اور رافضی دونوں مورخین نے اپنی ہر کتاب میں بیان کیا ہے۔ سیدہ ام حبیبہ کا اصل نام رملہؓ تھا اوران کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح سے قبل آپ کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا اوراس سے ایک لڑکی حبیبہ نامی پیدا ہوئی' جس پر ان کی کنیت ''اُم حبیبہ'' تھی۔ (کتاب المحبر۔ ص ۸۸)

مشہور رافضی مورخ اور نساب ابن شہر آشوب نے لکھا ہے:

وام حبیبة بنت ابی سفیان واسمها رملة وکانت عند عبدالله بن جحش فی سنة ست وبقیت الیٰ امارة معاویة.

اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا نام رملہ تھا۔ وہ ۶ ھ تک عبداللہ بن جحش کے حبالۂ عقد میں رہیں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ رہیں۔ (المناقب ابن شہر آشوب۔ ج ۱۔ ص ۱۶۰، قم ایران)

علامہ محمد ہاشم خراسانی نے اپنی مشہور تاریخ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

السابعة رملة المکناة بأمِ حبیبة بنت ابی سفیان وخواہر معاویہ است۔ وبعضے اسم اورا ہند گفتہ اند۔
واوّل زوجہ عبداللہ بن رباب بود ودر سالِ ہفتم از ہجرت آں حضرت اُورا تزویج فرمود۔ ودَر سالِ

چہل وچہارم ہجری در مدینہ از دنیا رحلت فرمود۔

''آپ ﷺ کی ساتویں زوجۂ محترمہ سیدہ رملہ تھیں۔جن کی کنیت اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھی۔یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں۔بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ''ہند'' تھا۔پہلے یہ عبداللہ بن جحش کی اہلیہ تھیں۔لیکن ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی فرمائی۔اور ۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔''

(منتخب التواریخ۔ص۲۲۔ایران)

اہل سنت والجماعت کی سب کتابوں میں سیدہ اُم حبیبہؓ کا زوجۂ رسول ﷺ اور بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی نسبت سے تذکرہ موجود ہے۔ابن سعد نے رملہ نام سے ذکر کیا ہے اور ام حبیبہؓ کنیت کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ عبداللہ بن جحش سے نکاح کے نتیجے میں ان کے ہاں ایک بچی حبیبہ نامی پیدا ہوئی جو داؤد بن عروہ بن مسعود ثقفی کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ (فکنیت بہا) اسی حبیبہ نامی بچی کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت ''ام حبیبہ'' رکھی۔(طبقات ابن سعد۔ج۸،ص۹۶بیروت) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نسبِ قریش۔ص۱۲۳

رشتہ دوم:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنو ہاشم سے دوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم زلف تھے۔یعنی اُم المومنین ام سلمہؓ زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک بہن قریبۃ الصغریٰ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔چنانچہ لکھا ہے:

وسالفہ من قبل اُمّ سلمۃ رحمہا اللہ معاویۃ بن ابی سفیان بن حرب بن امیۃ کانت عندہ قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ اخت ام سلمۃ لابیہا لم تلدلہ

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب بن امیہ کے حبالۂ عقد میں سیدہ ام سلمہ کے باپ کی طرف سے ان کی ہمشیر قریبۃ الصغریٰ تھیں،جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔''(کتاب المحبر۔ص۱۰۲۔لاہور)

رشتہ سوم:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنو ہاشم سے ایک اور رشتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے حبالۂ عقد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر ہند بنت ابی سفیان بن حرب تھیں۔اس نکاح سے اولاد بھی ہوئی،جن میں سے ایک لڑکے کا نام محمد تھا۔چنانچہ لکھا ہے:

ھند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیۃ الامویۃ اخت معاویۃ کانت زوج الحارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ھاشم فولدت لہ ابنہ محمداً .

''ہند بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر،حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔(الاصابہ۔ج۳،ص۵۸،تحت عبداللہ بن حارث

،تہذیب التہذیب ج ۵،ص ۱۸۱ حیدر آباد۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۵،ص ۲۴۔ بیروت)

ابن ابی الحدید نے بھی نہج البلاغۃ کی شرح میں اس رشتہ کا ذکر کیا ہے' لکھا ہے:

وارسل عبدالله بن الحارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب وامه هند بنت ابی سفیان بن حرب الیٰ معاویة اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جن کی والدہ کا نام ہند بنت ابی سفیان بن حرب تھا کو سیدنا معاویہ کی طرف بھیجا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ بھانجے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے خاص معتمد علیہ تھے۔ اسی وجہ سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے شرائط صلح طے کرنے کے لیے ان کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

رشتہ چہارم:

اس سلسلہ میں ایک اور خاص رشتہ خاندان معاویہ رضی اللہ عنہ کا خانوادۂ بنی ہاشم سے یہ تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی سیدہ لیلیٰ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک ہمشیر سیدہ میمونہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان میمونہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی عروہ بن مسعود ثقفی کے صاحبزادے مُرۃ سے ہوئی۔ اس شادی کے نتیجہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لیلیٰ تھا۔ اس لیلیٰ کا نکاح سیدنا حسین بن علی سے ہوا اور سیدہ لیلیٰ بنت مُرۃ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے علی اکبر پیدا ہوئے۔ وہ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اس لحاظ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بھانجی اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی زاد بہن شہیدِ کربلا سیدنا علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اس رشتہ کو بھی اہل سنت اور روافض مورخین دونوں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ رافضی مورخ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے:

''ودیگر از زوجات آنحضرت لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفیہ ست کہ مادرش میمونہ بنت ابی سفیان بود۔ واو والدہ ماجدہ جناب علی اکبر است۔''

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دیگر زوجات میں ایک لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں۔ ان کی والدہ ماجدہ میمونہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ لیلیٰ سیدنا علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں۔''

(منتہی الآمال۔ ج ۱ص ۵۴۱۔ تہران)

علامہ ابی الفرج اصفہانی الشیعی نے بھی اس رشتہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

وعلی بن الحسین وهوعلی الاکبر و لاعقب له ویکنی ابا الحسن وامه لیلیٰ بنت مرة بن عروه بن مسعود الثقفی امها میمونهة بنت ابی سفیان بن حرب.

''اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے ان کی کوئی اولاد نہ تھی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھی اور لیلیٰ کی والدہ (علی اکبر کی نانی) میمونہ

بنت ابی سفیان بن حرب تھیں۔'' (مقاتل الطالبین۔ ج ۱ ص ۵۴، بیروت)

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسی عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی ام سعید سیدنا علی بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ تھیں۔ جس عروہ بن مسعود کی پوتی سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ (ملاحظہ ہو منتخب التواریخ۔ ص ۱۲۳، تہران)

اہل سنت کے علمائے انساب نے بھی اس رشتہ کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے:

ولد الحسين بن على بن ابى طالب علياً اكبر قتل بالطف مع ابيه و امه ليلىٰ بنت ابى مرة بن عروه بن مسعود الثقفى...... امها ميمونة بنت ابى سفيان بن حرب بن امية (کتاب نسب قریش۔ ص ۵۷)

''سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب کے صاحبزادے علی اکبر جو اپنے باپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور لیلیٰ کی والدہ میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ تھیں۔'' (مزید تفصیل کے لیے تاریخ خلیفہ بن خیاط۔ ج ۱ ص ۲۵۵)

رشتہ پنجم:

خاندانِ معاویہ اور خاندانِ بنو ہاشم کی ایک اہم رشتہ داری جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں، یہ تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم محمد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے نکاح میں تھی (۱) ملاحظہ ہو جمہرۃ الانساب ابن حزم۔ ص ۶۲)

یہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بہنوئی بھی تھے کیونکہ آپ کی بڑی ہمشیر سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہ جو کہ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے تھیں۔ ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔

اس لحاظ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام محمد کے ماموں ہوتے تھے۔ تیسرا رشتہ وہ تھا جس کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی زاد بہن لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ علی اکبر اسی کے بطن سے تھا۔ اس نسبت سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کے ماموں لگے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اس دامادی کے رشتہ کی وجہ سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر بڑی داد و دہش کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو دس لاکھ سالانہ دیتے تھے۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۰ لاکھ سالانہ دینا شروع کر دیا۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ ساری رقم اہل مدینہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الانساب والاشراف جزء رابع قسم ثانی۔ ص ۳، یروشلم۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۹ ص ۳۳)

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا داماد ہونے کی حیثیت سے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ زینب بنت علی کا بھی داماد تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں اہل بیت نبوت کی بہت خدمت کی۔ (ملاحظہ ہو جلاء العیون۔ ملا باقر مجلسی۔ ص ۶۲۲)

رشتہ ششم:

رشتہ داری کے اس سلسلہ میں ان دونوں خاندانوں میں ایک رشتہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی پوتی سیدہ لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب سے ہوئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:

وتزوجت لبابة بنت عبيدالله بن عباس بن عبدالمطلب العباس

بن علي بن ابی طالب ثم خلف عليها الوليد بن عتبه بن ابی سفيان

''اور لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی شادی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب کے ساتھ ہوئی۔ پھر لبابہ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔'' (کتاب المحبر۔ ص ۴۴۱، نسب قریش۔ ص ۱۳۳) عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۴۳ پر حواشی میں اس رشتہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔

رشتہ ہفتم:

بنو ہاشم میں سے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پوتی یعنی محمد بن جعفر طیار کی صاحبزادی سیدہ رملہ کی شادی بنو امیہ میں ہوئی۔ پہلے ان کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی اور بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کے بیٹے سے ان کی شادی ہوئی۔ چنانچہ علامہ ابوجعفر البغدادی نے لکھا ہے:

وتزوجت رملة بنت محمدبن جعفر بن ابی طالب سليمان بن هشام بن عبدالملک

ثم اباالقاسم بن وليد بن عتبة بن ابی سفيان. (کتاب المحبر۔ ص ۴۴۹۔ لاہور)

''سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔''

رشتہ ہشتم:

ایک رشتہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب جن کو عباس علمدار بھی کہتے ہیں کی پوتی سیدہ نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی شادی امیر یزید کے پوتے عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور اس سے دو صاحبزادے علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید اور عباس بن عبداللہ بن خالد بن یزید پیدا ہوئے۔ (جمہرۃ انساب العرب۔ ص ۱۰۳۔ کتاب نسب قریش۔ ص ۷۹)

رشتہ نہم:

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی اور سیدہ زینب بنت فاطمۃ الزہرا کے بطن سے تھیں۔ ان کی پہلی شادی قاسم بن محمد بن جعفر طیار سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نکاح سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کا نکاح

طلحہ بن عمر بن عبیداللہ تیمی سے ہوا۔ان سیدہ ام کلثوم کا نکاح قاسم بن محمد بن جعفر طیار کے انتقال کے بعد اموی گورنر بصرہ حجاج بن یوسف ثقفی سے ہوا۔لیکن ایک بیٹی پیدا ہونے کے بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ان ام کلثوم کا تیسرا نکاح سیدنا عثمان بن عفان کے صاحبزادے سیدنا ابان بن عثمان سے ہوا۔سیدنا ابان بن عثمان کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثوم سیدنا علی بن عبداللہ بن عباس کے حبالۂ عقد میں آئیں۔(جمہرہ انساب العرب۔ص ۶۱۔کتاب نسب قریش۔ص ۸۳۔المعارف ص ۹۰)

..................................(حاشیه)..................................

(۱) یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ جہاں سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار کے داماد تھے۔وہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کے بیٹے عاصم بن عمر کے بھی داماد تھے اور سیدنا عاصم کی بیٹی ام المسکین آپ کے نکاح میں تھیں۔یہ ام المسکین بڑی عابدہ، زاہدہ اور پاک باز خاتون تھیں اور یہ عمر ثانی سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد کی سگی خالہ تھیں۔چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے:

ام المسكين بنت عاصم بن عمر خالة عمر بن عبدالعزيز وزوجة يزيد بن معاويه .

''ام مسکین بنت عاصم بن عمر، عمر بن عبدالعزیز کی خالہ تھیں اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔''

(میزان الاعتدال۔ج ۴،ص ۶۱۳۔بیروت)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن قتیبہ کی کتاب المعارف ص ۱۸۰ اور بلاذری کی کتاب الانساب والاشراف ودیگر کتب انساب وتواریخ وغیرہم۔

جس طرح یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اموی ہوتے ہوئے بنو ہاشم میں شادی کی تھی۔اسی طرح سیدنا حسین بن علی نے بھی ہاشمی ہوتے ہوئے اموی خاندان میں شادی کی۔اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی تھی۔(کتاب المحبر۔ص ۴۴۸)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم (برطانیہ)

(پہلی قسط)

تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں

ترکی تقریباً ۵۰۰ سال تک اسلامی خلافت کا مرکز (کیپٹل) رہا ہے۔ خلافتِ عثمانی سے مسلمانوں کی ہیبت، عظمت اور سطوت دنیا پر قائم تھی اور دنیائے کفر خوف زدہ رہتا تھا۔ استنبول، مشرق و مغرب کا سنگم ہے۔ یہ دنیا کا واحد شہر ہے جس کا ایک حصہ ایشیاء میں اور دوسرا یورپ میں ہے۔ یہ شہر تقریباً سولہ سو سال سے متمدن دنیا کا کیپٹل رہا ہے۔ تقریباً ہزار سال تک مشرقی عیسائیت کی بازنطینی سلطنت رومن امپائر کا کیپٹل تھا۔ اس امپائر کی عملداری بھی یورپ، ایشیاء اور افریقہ تک محیط تھی۔ پھر ۱۴۵۶ء سے خلافتِ عثمانیہ کا کیپٹل بنا۔ عثمانیہ امپائر کی حدود رومن امپائر سے کہیں زیادہ وسیع تر تھیں۔ یورپ کے ایک جنرل نے کہا تھا اگر ترکی قوم اور دردانیال میرے پاس ہو تو میں ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔ فرانس کے نپولین بونا پارٹ کا قول ہے۔ اگر ساری دنیا ایک ملک بن جائے تو اس کا کیپٹل صرف استنبول ہی بن سکتا ہے۔

قرآن و حدیث اور خلافتِ راشدہ میں روم اور رومیوں سے جنگ کا جو تذکرہ ملتا ہے۔ اس سے مراد موجودہ روم اور اٹلی نہیں بلکہ قسطنطنیہ (ترکی) کی مشرقی عیسائی سلطنت رومہ ہی ہے۔ پیغمبر اسلام نے مدینۃ الروم میں قسطنطنیہ کی فاتح لشکر کی تعریف و توصیف فرمائی اور ان کے لیے جنت کی بشارت دی۔ اس فضیلت کے حصول کے لیے دورِ خلافتِ راشدہ سے لے کر ہر دور میں مسلمان حکمران کوشاں رہے ہیں۔ پہلا لشکر اسلام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یزید بن معاویہؓ کی سرکردگی میں گیا۔ جس میں میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کی قبر مبارک بھی یہیں بنی۔ لیکن قسطنطنیہ کی فتح کی سعادت نوعمر عثمانی سلطان محمد الفاتح کے لیے مقدر تھی۔ قسطنطنیہ کی فتح درحقیقت مغرب پر اسلام کے غلبہ کا عنوان تھا۔

قسطنطنیہ، ناقابل تسخیر شہر:

عسکری اعتبار سے قسطنطنیہ کی فتح تقریباً ناممکن سمجھی جاتی تھی۔ یہ دنیا کا سب سے مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر سمجھا جاتا تھا۔ شہر کے اردگرد یکے بعد دیگرے تین فصلیں تھیں اور درمیان میں ناقابل عبور خندق جو ساٹھ گز چوڑی، سو گز گہری تھی۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ یہ شہر پوری عیسائی دنیا کا مذہبی و سیاسی مرکز تھا۔ اس پر آنچ آتی دیکھ کر پوری عیسائی دنیا اور سارا یورپ جان کی بازی لگا دینے کو تیار ہو جاتا تھا۔ سلطان فاتح جب دیکھا کہ اہل قسطنطنیہ نے شاخ زرین (گولڈن ہارن) کے سمندر میں لوہے کی بھاری زنجیریں ڈال کر جنگی جہازوں کے لیے رکاوٹ کھڑی کر دی تو سلطان فاتح کی اولی العزمی نے ایسا محیر العقول کارنامہ کر دکھایا کہ راتوں رات ستر جنگی جہازوں کو دس میل طویل بلند و بالا پہاڑی سلسلے پر چلا کر گولڈن ہارن میں اتار دیا۔ شجاعت کا یہ ناقابل تصور کارنامہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا اعجاز ہے۔ جو ایک وفادار امتی کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ جس کے نتیجے میں ۲۹ مئی ۱۴۵۶ء میں گیارہ سو سالہ رومن امپائر کا خاتمہ ہو گیا اور سرورِ کائنات (ﷺ) کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اِذَا هَلَکَ قَیْصَر فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہ، جب قیصر ہلاک ہوا تو پھر کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ سلطان فاتح کے قسطنطنیہ کے فتح کے بعد سے استنبول تقریباً پانچ

سوسال تک اسلامی دنیا کا کیپٹل ومرکز رہا۔خلافتِ عثمانیہ رومن امپائر سے کہیں زیادہ وسیع تھیں۔تقریباً نصف یورپ (مغربی) پر ترکوں کی باقاعدہ عملداری تھی اور بقیہ یورپ (مغربی) پر آلِ عثمان کی دھاک اور رعب طاری رہا برطانیہ، فرانس، جرمنی تک کے اہم فیصلوں میں بابِ عالی (آلِ عثمان) کی رضامندی کو لحاظ رکھا جاتا تھا۔جس طرح آج مسلم ممالک کے تمام اہم فیصلے امریکہ کی منشاء ومرضی سے ہوئے ہیں۔خلافتِ عثمانیہ ہمیشہ یورپ کے دلوں میں کانٹے کی طرح چبھتی رہی اور یورپی ممالک اپنے مذہبی وسیاسی مرکز (استنبول) کے حصول کے لیے برابر کوشاں رہے۔مگر عثمانی سلاطین بارہا یورپ کی متحدہ طاقتوں کو شکست پر شکست دیتے رہے۔تمام ہی عثمان خلفاء کٹر اہل سنت حنفی اور تصوف کے سلسلوں سے وابستہ اور اسلام کی محبت سے سرشار تھے۔یہ خلفاء خلافِ منشاء معمولی باتوں پر بڑے سے بڑے سپہ سالار اور وزیر تک کو کھڑے کھڑے قتل کرادیتے۔مگر علماء ومشائخ کی سخت روتلخ تر باتیں سن کر بھی اُن کے آگے سر جھکادیتے۔اُن کی ہمیشہ کوشش رہی کہ اُن کی جنگ مسلمان بادشاہوں کے بجائے یورپین اقوام وملکوں سے ہو۔تاریخ میں ایک نادر موقع ایسا بھی آیا تھا۔قریب تھا کہ مسلمان پوری دنیا کو فتح کرلیتے۔سلطان بایزید یلدرم جواپنی شجاعت وبسالت اور جنگی تدابیر کے اعتبار سے یورپ کے لیے صاعقۂ آسمانی سے کم نہ تھا۔اسی وجہ سے یلدرم (بجلی) کے نام سے مشہور ہوگیا۔قریب تھا کہ پورے یورپ کو فتح کرلیتا اور امیر تیمورؒ بھارت، چین، جاپان کے جزائر پر اسلام کا پرچم لہرادیتا مگر قیصر قسطنطنیہ نے تیمور کو اکسا کر بایزید یلدرم سے ٹکرادیا۔اس طرح اسلام کی طاقت آپس میں ختم کرادی۔اس طرح قیصر کو مزید پچاس سال کی مہلت مل گئی۔سلطان بایزید یلدرم نے متحدہ یورپ کے گرفتار شدہ پچیس شہزادوں، بادشاہوں اور سپہ سالاروں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ جاؤ جنگ کی خوب تیاری کرو۔میں آئندہ سال اپنے گھوڑے رومہ اور (اٹلی) کے مشہور کلیسا سینٹ پیٹر باندھوں گا۔اسی طرح قریب تھا کہ سلطان سلیم پورے یورپ کا فاتح بن جاتا مگر یورپ کی صلیبی ریشہ دوانیوں نے ایران کے صفوی (شیعہ) حکمران کے آلہ کار بنا کر سلطان سلیم کو الجھادیا۔اسی طرح سلطان محمد فاتح مغربی یورپ کی فتح کے لیے نکل چکا تھا کہ اچانک دردِ نقرس سے انتقال کرگیا۔

عثمانی سلاطین کی تاریخ مغربی اقوام کی ذہنیت ونفسیات سمجھنے کا آئینہ ہے:

آلِ عثمان اور قسطنطنیہ کے قیاصرہ کی تاریخ وہ آئینہ ہے جس میں آج کا مسلمان موجودہ مغرب کی نفسیات، ذہنیت،، مکاری اور اسلام دشمنی کو سمجھ سکتا ہے۔مسلمانوں کا مغرب (یورپ) سے صحیح معنیٰ میں سابقہ ہی قسطنطنیہ کے قیصروں کے واسطوں سے پڑا۔ ہر دور کے قیصر کا کردار مغربی سازش وعیار سیاست کا شاہکار رہا ہے۔لیکن عثمانی سلاطین بار بار متحدہ یورپ کی افواج کو میدانِ جنگ میں شکستِ فاش سے دوچار کرتے رہے۔قسطنطنیہ کے قیصر ایک طرف عثمانی سلاطین سے دوستی کا عہدوپیمان باندھتے اور اپنی خوبصورت نوعمر لڑکیاں نکاح میں پیش کرتے رہتے اور اپنے بیٹے اُن کی تربیت وخدمت میں بھیجتے رہے دوسری طرف خفیہ طور پر مسلسل پوپ کی خدمت میں حاضر ہوہوکر اُس کے ذریعے مذہبی جنگ کے شعلے بھڑکاتے رہے۔دوسری طرف عثمانی سلاطین کے خلاف ایشیائے کوچک وسطی ایشیاء اور مشرقی مسلم سلطنتوں کے ساتھ سازباز کرتے رہے۔قیصر کے ایلچی ان کے درباروں کے چکر کاٹتے رہے کہ ہم تمہیں پسند کرتے ہیں۔اور ترکی پر تمہارا اقتدار چاہتے ہیں۔امن ودوستی کے خواہش مند ہیں مگر کیا کریں۔امن ودوستی کی راہ میں وحشی آلِ عثمان رکاوٹ ہیں۔اس

طرح کبھی ایران کے شیعی حکمرانوں کو کبھی وسطی ایشیاء اور مصر کے حکمرانوں کو آلِ عثمان سے لڑاتے رہے۔قیصر کی ان مسلسل ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی وجہ سے متعدد بار مغربی یورپ (فرانس، برطانیہ، جرمنی وغیرہ) فتح ہوتے ہوتے رہ گئے۔آج کے مسلمان اگر صرف شہزادہ جمشید کا واقعہ بغور پڑھ لیں تو موجودہ یورپ و امریکہ کی مکارانہ اسلام دشمن ذہنیت پوری طرح واضح ہو جائے۔سلطان محمد فاتح کے چھوٹے بیٹے ترکی شہزادہ جمشید کو یورپی بادشاہوں نے باقاعدہ دعوت دے کر بلایا کہ ہم تمہیں عسکری مدد دے کر تمہارے بھائی کی جگہ شہنشاہ بنانا چاہتے ہیں۔پھر اُسے مہرہ اور یرغمال بنا کر زندگی بھی اُس کے بھائی اور والدہ سے الگ الگ مسلسل لاکھوں کی رقمیں اور دیگر مراعات حاصل کرتے رہے۔دوسری طرف شہزادہ جمشید کو ذلیل کر کے اور اذیتیں دے دے کر مار دیا جاتا ہے۔یہ بڑی ہی عبرت انگیز تاریخی داستان ہے۔آج کا مغرب (امریکہ و یورپ) جو کچھ فلسطین، عراق، افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں آ رہے ہیں۔اس کو سمجھنے کے لیے ترکی تاریخ کا مطالعہ ایک مسلمان کے لیے ناگزیر ہے۔

سٹیٹ روما کے پوپ اسکندر نے شہزادہ کو مرتد کرنے (عیسائی بنانے) کی کوشش کی ناکامی پر یونانی حجام مصطفیٰ کے ذریعے نیپلز میں زہر دے کر ہلاک کر دیا۔اس طرح سلطان محمد فاتح کا چھوٹا بیٹا جمشید ۹۰۱ھ میں ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳ سال صلیبیوں کے مظالم سہتے ہوئے جاں بحق ہوا۔اس قضیے میں مسلمانوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ جمشید کی وجہ سے سلطان بایزید ثانی باوجود عظیم بحری بیڑہ رکھنے کے غرناطہ (اسپین) کے مسلمانوں کی بروقت مدد نہ کر سکا۔اگر اسپین کے مسلمانوں کو بروقت مدد مل گئی ہوتی تو آج اسپین کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔جمشید کے قتل کے بعد سلطان بایزید ثانی کے بحری بیڑے کے کمانڈر امیر البحر کمال نے وینس، اسپین، فرانس سمیت یورپ کے متحدہ بحری بیڑے کو شکست فاش دی مگر افسوس جب تک صلیبی طاقتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھیں۔۸۹۷ھ تک اسپین سے اسلامی حکومت کا نام و نشان مٹا چکی تھیں۔

ترکی میں اسلام کے خلاف سب سے بڑی سازش:

خلافتِ عثمانیہ ہمیشہ یورپ کی صلیبی طاقتوں کے دلوں سے کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی اور یورپ کی صدیوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے باوجود ۱۹۲۴ء تک قائم رہی۔سالونیکا ترکی اور یونان کی سرحد پر تقریباً پونے دو لاکھ آبادی کا ایک شہر تھا۔جس کی اکثر آبادی غیر مسلم خاص طور پر صفادی یہودیوں پر مشتمل تھی۔وہاں صیہونی صلیبی سازش سے دونمہ نام کی زیر زمین ایک تحریک کے ذریعے سینکڑوں یہودی خاندان بظاہر مسلمان ہو گئے۔یہ لوگ شادیاں آپس میں ہی کرتے اور خفیہ طور پر اپنی رسوم بجا لاتے۔مگر خود کو مسلمان ظاہر کرتے۔اسی دونمہ سے ینگ ترک وجود میں آئی جس کا ظاہری عنوان ترکی کی آزادی خود مختاری اور اتحاد و ترقی تھا۔پسِ پردہ حقیقی مقصد ترکی کا رشتہ اسلام سے کاٹ کر اُسے یورپ کا غلام بنانا تھا۔اب بیشتر خفیہ ریکارڈ سامنے آ جانے کے بعد یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ ینگ ترک کے تمام اہم ارکان فری میسن کے ممبر اور نسلاً یہودی اور اسلام دُشمن اور یورپی طاقتوں کے آلۂ کار تھے۔ان کی خفیہ میٹنگیں فرانس اور برطانیہ کے سفارت خانوں میں ہوتی تھیں۔اتاترک اگرچہ ترکی کی آزادی و ترقی کے نام پر آئے مگر انہوں نے ترک قوم کا رشتہ اسلام سے کاٹ کر انہیں مغربی کلچر و تمدن، ذہن و فکر، عادات و اطوار کا اسیر بنا دیا۔ترکی زبان کا رسم الخط عربی سے لاطینی کر کے ایک ہی رات میں پوری قوم کو اسلام اور ماضی سے کاٹ کر ان پڑھ بنا دیا۔اتاترک کی عربی دشمنی کا یہ حال تھا کہ اذان و نماز تک عربی میں ادا کرنے کی ممانعت

کر دی ہزاروں خواتین حجاب نہ اتارنے کے جرم میں اور ہزاروں مرد سر پر یورپی ہیٹ نہ لینے کے جرم میں قتل کر دیئے گئے۔ اتا ترک نے خلافتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام کے منہ پر قرآن پھینک مارا۔ شراب و کباب، نائٹ کلب اور ہر مغربی فیشن ترقی کی علامت قرار دیا گیا۔ ظلم و جور کی ایسی آندھی چلی کہ لاکھوں لوگ اپنا ایمان بچانے کے لیے چھوٹے قصبات، دیہات اور جنگلات کی طرف ہجرت کر گئے۔ اتاترک نے اپنی دانست میں ہمیشہ کے لیے ترک قوم کا رشتہ اسلام، قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ سے کاٹ کر مغربی تمدن وفکر اور طرزِ حیات سے جوڑنے میں اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ اور آئینی طور پر ترکی فوج اور عدلیہ کو ان اسلام دشمن اقدامات اور دستور کا پاسدار بنا دیا۔ اب اسلام پسند طبقہ خواہ انتخاب میں سو (۱۰۰) فیصد اکثریت حاصل کرے مگر جونہی اسلام کے نفاذ کی طرف قدم بڑھائے گا' فوج کو آئینی طور پر حق حاصل ہے کہ ان کو جیل میں ٹھونس کر کسی اتاترک کو اقتدارِ اعلیٰ پر براجمان کر دے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں عدنان مندرس (جو انتخاب کے ذریعے سیکولر پارٹی کے وزیر اعظم بنے تھے) نے جب پہلی بار عربی میں آذان دینے کی اجازت دی تو ترکی قوم (جس کے رگ و ریشے میں اسلام پیوست ہے) خوشی کے مارے سڑکوں پر سجدے میں گر گئی اور شکرانے کے طور پر ہزاروں مینڈھے قربان کیے۔ مگر اتاترک کے آئین کی محافظ فوج نے اپنے منتخب وزیر اعظم کو اس جرم میں پھانسی دیدی۔ حال ہی میں موجودہ وزیر اعظم طیب اردگان کو نماز پڑھنے کے جرم میں فوج و عدلیہ کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ نیز فوج نے ان کی اہلیہ کے لیے سرکاری تقریبات میں شرکت ممنوع قرار دے دی کیونکہ وہ سر پر اسکارف باندھنے کی مجرم ہیں۔ حالیہ سفر میں ترکی کے باخبر حضرات سے پتہ چلا کہ اب بھی فوج اور عدلیہ کے اکثر بااختیار جرنل و جج فکراً و نسلاً دونمہ یعنی یہودی ہیں۔ آج کل ترکی فوج نظریاتی طور پر تین گروپ میں منقسم ہے۔

(۱) امریکہ نواز۔ (۲) یورپ نواز۔ (۳) ترک قوم پرست۔ مگر تینوں کا مشترکہ ایجنڈا اسلام دشمنی ہے۔ فوج میں داخلے کی ابتدائی شرط شراب پینا نائیٹ کلب جانا اور بیوی کا بے پردہ ہونا ہے۔

تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑی صیہونی صلیبی سازش:

جیسا کہ ابھی عرض کیا سالونیکا شہر کی اکثر آبادی صفاری ان یہودیوں پر مشتمل تھی جو اسپین سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں ترکی کی تھرڈ آرمی نے اتاترک کے اشارے پر سلطان عبدالحمید کے خلاف پہلی بغاوت کی ینگ ترک کے انقلاب و بغاوت میں بنیادی کردار چھپے یہودیوں کا تھا۔ ابراہیم ینگ، قرہ صو، ابرو توانستم روسو سم مزلیہ اور الفرڈ صو، یاد رہے قرہ صوو، ہی صفاری یہودی تھا، جو سلطان عبدالحمید کے پاس فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کی درخواست لے کر آیا تھا۔ اور اس کے عوض خلافت عثمانیہ کے کروڑوں پونڈ کے قرضوں کی ادائیگی جدید اسلحہ کا کارخانہ اور عصری علوم کی عظیم الشان یونیورسٹی کی پیشکش کی تھی' جسے سلطان نے حقارت سے ٹھکرا کر وفد کو ذلیل کر کے نکال دیا تھا۔ کچھ عرصے بعد ینگ ترک کی طرف سے سلطان کی معزولی کا پروانہ لے کر جو وفد گیا تھا اس میں بھی یہی یہودی قرہ صو شامل تھا۔ برسوں پہلے اس وقت کے ترکی میں متعیّن برطانوی سفیر سرج لوتھر کی خفیہ جامع اور مفصل رپورٹ منظر عام پہ آچکی ہے۔ جو اس نے برطانوی فارن آفس کے سربراہ سر ہارڈنگ اکے نام ۲۳ مئی ۱۹۱۰ء کو لکھی تھی جس کے مطابق سلطان عبدالحمید کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس ظالم نے دوبار مشہور صیہونی لیڈر ہرٹزل کی پیشکش (فلسطین میں اسرائیل بنانے کی) ٹھکرا دی تھی اور یہ شخص (سلطان عبدالحمید) صیہونی مقاصد کی راہ

میں ''رکاوٹ'' تھا۔سلطان عبدالحمید کے نظر بندی کے دور کی یادداشتوں میں بہت کچھ حقائق آچکے ہیں۔اتاترک کے ینگ ترک پارٹی کی تقریباً پوری کابینہ صیہونی یہودیوں پر مشتمل تھی۔مثلاً وزیر مالیات جاوید بے، وزیر داخلہ طلعت بے وغیرہ۔ینگ ترک تمام تر یونانی بلغاری آرمینائی یہودیوں اقلیتوں نیز ترکی دُونما پر مشتمل تھی۔یہ سب لوگ فری میسن تھے۔صیہونیت نے فری میسن کے مقابل سلطان عبدالحمید کے بہت سے ساتھیوں مثلاً مصطفےٰ رشید پاشا، فواد پاشا، علی پاشا وغیرہ کو فری میسن بنادیا تھا۔یہ سب یورپ کی سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھلونا تھے یہی حال انور پاشا، جمال پاشا اور طلعت پاشا کا تھا جو مغرب کے سیکولرازم کے حامی اور صیہونیت کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ان سب کی سرپرستی برطانیہ عظمیٰ، فرانس امریکہ، جرمن اور آسٹریا کی یہودی تنظیمیں کر رہی تھیں۔یادرہے اٹھارویں صدی عیسوی تک یورپی صیہونی مفادات ایک ہوچکے تھے اور یورپ کی سیاست، اقتصادیات اور پریس پر صیہونی پنجے گڑھ چکے تھے۔تفصیلات کے لیے سرتھامس آرنلڈ Sir Thamas Arnold اور مشہور مؤرخ آرنلڈ ٹائن بیArnold Jtoyn be اور زیڈاین زینZ.N. Zeine کی تحریر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

عربوں کی سنگین تاریخی غلطی:

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل اسی دن وجود میں آگیا تھا جس دن اتاترک نے خلافت ختم کر کے سیکولرازم میں ترکی کی بنیادرکھی تھی اور عرب رہنما برطانیہ، فرانس کے دامِ فریب میں آکر محسن ترکوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگے تھے۔معروف برطانوی جاسوس کرنل لارنس نے اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے عرب نیشنل ازم کا صور پھونک کر عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت کروائی تھی۔مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''اگر عربوں کی تاریخ کبھی صداقت و دیانت کے ساتھ لکھی جائے گی تو لکھا جائے گا کہ عربوں کی تاریخ کا سب سے تاریک دن یا منحوس گھڑی وہ تھی جب عربوں نے ترکی خلافتِ اسلامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔جو مقاماتِ مقدسہ کی امین تھی اس سے بڑھ کر مہلک غلطی عربوں نے آج تک نہیں کی۔''
>
> (پرانے چراغ۔جلد دوم صفحہ ۹۳)

چنانچہ جب اتاترک نے خلافت کے الغاء کا اعلان کیا اس وقت برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ کرزن Carzon نے برطانوی پارلیمنٹ میں بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا: ''جس نکتہ پر ہم بحث کر رہے ہیں، وہ ہے ترکی جس کو ہم نے تباہ کر دیا ہے۔اب وہ کبھی سر نہیں اٹھا سکے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس کی روح کو ختم کر دیا ہے۔وہ ہے اسلام اور خلافت (مارچ ۱۹۲۴ء)۔شیخ عبدالقدیم ذلوم Zallum نے ہاؤس آف کامن کی لائبریری سے اپنی کتاب How Khalafa was Distroyed کے صفحہ ۱۸۳ پر لکھا۔عثمانی خلافت کا قیام مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ تھی۔خلافتِ عثمانیہ کی تباہی کے بعد سمجھا جارہا تھا کہ اب اسلام کا دم واپسیں ہے۔قسطنطنیہ کا قیصر اور یورپ کے نمائندے چنگیز خان، ہلاکو خان وغیرہ کے درباروں میں پہنچ کر اسلام کو ختم کرنے میں ہر طرح کے تعاون کی پیشکش کر رہے تھے۔ان نازک حالات میں عثمان خان کے ذریعے عثمانی سلطنت کے قیام کو ایک جملے میں دنیا میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے ادا کیا جاسکتا ہے اور اتاترک کے الغاء خلافت سے عالم اسلام پر مغرب کے ہمہ جہتی تسلط و غلبے اور بالادستی کا دور شروع ہوتا ہے۔خلافت کے سقوط کے بعد

مسلم ریاستوں کی حیثیت یہ رہ گئی ہے کہ مغرب کے کارندے (مسلمان حکمران) مغرب کی منشاء کے مطابق نظامِ ریاست چلا رہے ہیں اور مغرب یہ سب کچھ آج سے پانچ سو سال پہلے ہمارے ساتھ کر چکا ہوتا۔ جب تاتاریوں نے مسلم سلطنتوں کو تاراج کر ڈالا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یورپی طاقتیں مسلمانوں پر آخری اور بھرپور وار کرنے کے منصوبے بنا رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام نے عثمان خان کے ذریعے سلطنتِ عثمانیہ کو وجود بخش کر مغرب کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے۔ پھر یہ عثمانی سلطنت پانچ سو سال تک یورپ کی یلغار کے سامنے ڈھال اور سپر بنی رہی۔ بلکہ عثمانی فوجیں یورپ کو روندتی رہیں اور اُن کی گستاخیوں پر پٹائی کرتی رہیں۔ صدیوں تک پورا یورپ عثمانی خلافت کے سامنے بے بس، دہشت زدہ اور لرزہ براندام رہا۔ سلطان سلیم کے مصر اور شام کی فتح کے بعد حرمین شریفین کی تولیت کی سعادت بھی عثمانیوں کو نصیب ہوئی اور یہ خادم حرمین شریفین کہلائے۔ واقعہ یہ ہے کہ عثمانی سلاطین نے اسلام و مسلمانوں کی خدمت کا حق ادا کیا۔ سلطان سلیم کے دور میں ایک مسلم خاتون نے وصیت کی کہ میرے ترکے میں سے کسی مسلمان قیدی کو آزاد کرایا جائے۔ تلاش بسیار کے باوجود پوری دنیا میں کوئی مسلمان کفار کی قید میں نہیں مل سکا۔ جبکہ الغائے خلافت کے بعد آج پوری ملتِ اسلامیہ مغرب کی یرغمال (قیدی) بنی ہوئی ہے۔ موجودہ سعودی حکمران بھی خادمِ حرمین شریفین کہلاتے ہیں۔ جو آج کل (جولائی ۲۰۰۶ء) فلسطین و لبنان میں اسرائیل کے بجائے فلسطینیوں اور حزب اللہ کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں۔ کیا اس بزدلی کے ساتھ دلوں میں ایمان باقی رہ سکتا ہے؟

یادش بخیر! بندہ ایک بار سنٹرل لندن میں کچھ احباب کے ساتھ ایک فلسطینی قہوہ خانے میں کافی پینے گیا۔ اس کے قریب ہی سعودی سرمائے سے ایک اسلامی کانفرنس ہو رہی تھی' اس کے کچھ لوگ قہوہ خانے میں کانفرنس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ایک صاحب کی زبان سے سعودی حکمرانوں کے لیے خادمانِ حرمین شریفین کا لفظ نکلنا تھا کہ اس کے سنتے ہی فلسطینی لڑکی جو ریسٹورنٹ کے کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی تھی' بول پڑی: لا خادم الحرمین بل خادم الحرامیین الامریکیین والبرطانیین۔

ہمارے مذہبی طبقے کی عصری احوال سے بے خبری:

گزشتہ صدی سے ہمارا سب سے بڑا المیہ مذہبی طبقے کا عصری تقاضوں سے ناواقف رہنا بلکہ اس ناواقفیت کو تقویٰ، بزرگی کی علامت سمجھنا ہے۔ چنانچہ ایک دور میں برصغیر کی مساجد کے جمعے کے خطبات میں غازی مصطفیٰ کمال کمال اتاترک کے خطبے دیئے جاتے رہے۔ ۱۹۵۶ء جب مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ترکی کے سفر میں ترکی اہل دین ودانش سے ملاقات کے بعد اتاترک کے بارے ہے۔ دبی زبان سے حقائق بیان کرنا چاہے تو برصغیر کے اکثر مذہبی طبقے نے اس سے ناگواری محسوس کی بلکہ اب بھی ہمارے اہل قلم ودانش حقائق سے آنکھیں چرا رہے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے معروف کالم نگار ارشاد احمد حقانی صاحب جو بزعم خود اسلامی تعلیم اور فہم اسلام کی بڑی اسناد رکھتے ہیں۔ جب چند سال پہلے ترکی گئے تو اتاترک کی تعریف وتوصیف میں درجنوں کالم لکھ ڈالے۔ یہ کہیں انسانی فطرت پر غلامی کے اثرات تو نہیں؟ بقول اقبال:

غلامی کیا ہے ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی ۔۔۔ جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا
بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر ۔۔۔ کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا انتقال اُس وقت ہو گیا تھا جب اتاترک کے اسلام دشمن عزائم پوری طرح بے نقاب

نہیں ہونے پائے تھے مگر علامہ کی بصیرت کو داد دینی چاہیے جس نے یہ اشعار کہلوائے:

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی — کہ روحِ مشرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا — سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ
لاطینی و لادینی کس پیچ میں الجھا تو — دارو ہے ضعیفوں کا لا غالب الا ھو

ترکی کی تاریخ اور خلافت کے سقوط کے اسباب پر ایک نظر ڈالنے کے بعد آیئے ترکی کے حالیہ سفر کی طرف۔

لندن سے استنبول کا سفر:

بھارت کے ممتاز عالم دین، سکالر اور مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نواسے اور بہت سی صفات میں آپ کے جانشین مولانا سید سلمان الحسینی حسب معمول برمنگھم کی سالانہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے یکم جون ۲۰۰۶ء لندن پہنچے۔ اس بار آپ کا سفر دہلی سے براستہ استنبول تھا۔ استنبول میں معروف اسلامی رہنما نجم الدین اربکان نے جو موجودہ دینی ذہن رکھنے والی حکومت کے ایک لحاظ سے سرپرست و رہبر ہیں۔ دنیا بھر کی دینی تحریکات و شخصیات کو سلطان محمد الفاتح کی فتح قسطنطنیہ (استنبول) کی سالانہ تقریب و جشن کی مناسبت سے مدعو کیا تھا۔ ۲۹ مئی ۱۴۵۶ء کو سلطان محمد فاتح نے عیسائیت کے سب سے بڑے مستحکم قلعے پر اسلام کا پرچم لہرایا تھا۔ یاد رہے اتاترک کے آئین کی رو سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر کوئی تقریب نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے جب سے ترکی میں دینی ذہن رکھنے والی حکومت برسراقتدار آئی ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ سلطان فاتح کے ساتھ ترکی قوم کو وابستہ کیا جائے۔ نجم الدین اربکان نے اس تقریب کی پوری ایک نشست تقریباً (اڑھائی گھنٹہ) موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کے لیے لائحہ عمل پیش کیا کہ موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ کو سیاسی، اقتصادی، عسکری، تہذیبی طور پر کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً انہوں نے کہا ہمارے پاس اتنے مالی وسائل نہیں ہیں کہ امریکہ کی طرح بحری بیڑے بنا سکیں۔ مگر ہم ایسے میزائل ضرور بنا سکتے ہیں جو ان بحری بیڑوں کو تباہ کر سکتے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض فاتح استنبول کی یاد میں اس تقریب کو ترکی رہنما نجم الدین اربکان نے ترکی قوم کو اسلام کی درخشاں تاریخ و تہذیب سے وابستہ کرنے کا ذریعہ بنایا۔ مولانا سلمان الحسینی مجھے بار بار کہتے رہے کہ آپ کو ترکی کی اس تقریب میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔ اب اس کی تلافی یہی ہے کہ واپسی میں میرے ساتھ استنبول چلیں۔ تاکہ وہاں کے علماء مشائخ، اسکالر، دانشوروں اور مفکرین اور ملت کے احیاء کا جذبہ رکھنے والے حضرات سے مل کر معلوم کرلیں کہ وہ حضرات سخت پابندیوں کی فضا میں کس طرح خاموشی سے علمی، فکری، تصنیفی، دعوتی اور ہر نوع کا تعمیری کام کر رہے ہیں۔ اس طرح لندن کے ابراہیم کمیونٹی کالج میں دینی و عصری تعلیم کی یکجائی کا جو تجربہ ہو رہا ہے اس میں اُن کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ مولانا سلمان الحسینی صاحب کے حکم و اصرار پر بندہ اور ابراہیم کالج کے لیکچرار اور نائب مدیر مولانا شمس الضحیٰ صاحب انٹرنیٹ پر ٹکٹ بک کر کے ۵ جون بروز بدھ سہ پہر ساڑھے چار بجے ٹرکش ایئرویز سے روانہ ہو کر استنبول کے وقت کے مطابق رات ساڑھے دس بجے استنبول ائرپورٹ پر پہنچے۔ یہ ائرپورٹ اپنی وسعت، شان و شوکت اور نظامت میں یورپ و امریکہ کے کسی ائرپورٹ سے کم نظر نہیں آیا۔ مولانا شمس الضحیٰ کہنے لگے گویا ہم لندن ہیتھرو کے چینل فور (۴) پر ہیں۔ جہاں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ مولانا سلمان نے فرمایا یہ سبھی مسلمان ہیں۔ صرف

اتاترک کے انقلاب کا اثر ہے۔باہر نکلے تو مولانا سلمان الحسینی ایک ترکی نوجوان سے اردو میں گفتگو کرنے لگے۔پتہ چلا اُن ترکی نوجوان کا نام اسماعیل ہے۔چند سال پہلے ندوہ میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور مولانا کے شاگرد ہیں۔تھوڑی ہی دیر میں اُن کے دو رفقاء محمد الفاتح اور محمد صغر گاڑی لے کر آموجود ہوئے۔الغرض ہم تین ترکی میزبانوں کی رفاقت میں ائرپورٹ سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کر کے اسماعیل صاحب کے گھر پہنچے۔رات کے بارہ بج چکے تھے۔نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سو گئے۔

استنبول کا کائی فاؤنڈیشن:

دوسرے روز چھے جون ۲۰۰۶ء کو نو بجے کے قریب اپنے میزبان اسماعیل ندوی صاحب کے ہمراہ ترکی کے معروف عالم دین مفکر اور نقشبندی شیخ، شیخ مصطفیٰ الجواد کے قائم کردہ ادارے کائی (Caye) فاؤنڈیشن پہنچے۔شیخ مصطفیٰ جواد نے یہ ادارہ ترکی کے ذہین اور غریب طلباء کو استنبول یونیورسٹی شعبہ الٰہیات اور دیگر شعبوں میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کروانے کے لیے بطور دارالاقامہ (ہاسٹل) وقف کیا ہے۔یہاں کوشش کی جاتی ہے کہ طلباء کو عربی زبان اور بنیادی دینی علوم میں مہارت پیدا ہو جائے۔ان کا اصل کام طلباء کو دینی ذہن و فکر اور اسلامی تمدن و طرز حیات سے وابستہ کرنا ہے۔کیونکہ اتاترک کے انقلاب کے وقت سے حکومت کی بنیادی پالیسی حکومتی مناصب و عہدوں پر لبرل و اسلام بیزار ذہن رکھنے والوں کی ترجیح رہی ہے۔شیخ مصطفیٰ الجواد کی کوشش ہے کہ دینی ذہن رکھنے والے طلباء میں علمی و تحقیقی طور پر اتنی زبردست قابلیت وصلاحیت پیدا کریں کہ طلباء محض اپنی اہلیت (میرٹ) کی بنیاد پر حکومت کے اعلیٰ مناصب و عہدوں میں جگہ پاسکیں۔کائی فاؤنڈیشن کی سات منزلہ عمارت نہایت مستحکم کشادہ اور جدید سہولتوں سے آراستہ ہے۔شیخ کے صاحبزادے شیخ محمود نے جو انجینئرنگ پروفیسر ہیں، بتایا کہ یہ عمارت علاقے کی تمام عمارتوں سے زیادہ مستحکم اور جدید تر سہولتوں سے آراستہ اور زلزلہ پروف ہے۔ہم نے اس کی تعمیر میں نہایت باریک بینی سے جدید تعمیری قواعد کا لحاظ رکھا ہے۔تاکہ حکومت کسی تعمیری نقص کا بہانہ بنا کر ادارے کو بند نہ کر سکے۔عمارت کی بالائی منزل شیخ اور اُن کے دونوں صاحبزادوں کی رہائش اور بقیہ چھے منزلیں غریب ذی استعداد طلباء کے لیے وقف ہیں۔چند سال پہلے ترکی حکومت نے فیصلہ کیا کہ حکومت کے تمام شعبوں حتیٰ کہ افتاء شعبے میں بھی خواتین کو ترجیحی مناصب پر فائز کیا جائے گا تو شیخ مصطفیٰ نے کائی فاؤنڈیشن کا ایک حصہ طالبات کے لیے مخصوص کر دیا۔

دارالحکمت، استنبول کا ایک علمی، تحقیقی و تصنیفی ادارہ:

کائی فاؤنڈیشن میں شیخ مصطفیٰ الجواد کے مہمان خانے میں سامان رکھ کر جناب اسماعیل ندوی کے ہمراہ استنبول کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے۔راستے میں مولانا سلمان کے ایک دوست و اسکالر جناب عمر فاروق کو بطور گائیڈ و رہبر ساتھ لیا۔جناب عمر فاروق ایک علمی ادارے دارالحکمت کے ڈائریکٹر ہیں۔یہ ایک تصنیفی، تحقیقی و تربیتی ادارہ ہے۔جہاں مختلف دینی موضوعات پر ریسرچ اور تصنیفی کام ہوتا ہے۔اکیڈمک جنرل ریسرچ کے تحت بلند پایہ معیاری کتب کی طباعت کی جاتی ہے۔ان کاموں میں علماء اور اسکالر کی ایک ٹیم مصروف رہتی ہے۔اس ادارے نے مولانا سلمان الحسینی کی مرتب کردہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مقدمۂ علوم حدیث پر تدوین و تحقیق اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فارسی رسالے

''الفوزالکبیر'' کے عربی ترجمہ اور تدوین وتحقیق کردہ رسالے بھی شائع کیے ہیں نیز ''دارالحکمت'' کالج یونیورسٹی کے طلباء کے لیے وقتاً فوقتاً مختصر دینی کورس اور سیمینارز منعقد کر کے انہیں اسلام سے وابستہ رکھنے کے لیے کوشاں ہے۔عمر فاروق صاحب اور اُن کی اہلیہ چند سال اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں گزار چکے ہیں۔اس لیے اردو بھی سمجھ لیتے ہیں اور برصغیر کے حالات سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں سے خوب مانوس رہے۔

آیا صوفیہ دنیائے عیسائیت کا عظیم روحانی و مذہبی مرکز:

ترکی کے تاریخی آثار کو دیکھنے کی ابتداء سب سے مشہور جامعہ آیا۔صوفیہ سے کی آیا صوفیہ قسطنطنیہ (استنبول) کے سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں فتح ہونے تک عیسائیوں کا دوسرا بڑا مذہبی مرکز رہا ہے۔پانچویں صدی عیسوی میں عیسائی دنیا دو بڑی سلطنتوں مشرقی اور مغربی میں تقسیم ہوگئی تھی۔آیا صوفیہ مشرقی عیسائیت یعنی ہولی آرتھوڈکس چرچ کا سب سے بڑا مذہبی مرکز تھا۔جبکہ مغربی عیسائیت یعنی کیتھولک چرچ کا مرکز روم (اٹلی) رہا۔درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد صدیوں تک عیسائیت' عابدوں، زاہدوں اور تارک دنیا درویشوں کا مذہب تھا۔جو ترکِ دنیا کر کے صومعون عبادت گاہوں اور غاروں میں عبادت و ریاضت کرتے تھے تا آنکہ تیسری صدی عیسوی میں رومن بت پرست شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کر کے اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر آناً فاناً پورے یورپ کا بلکہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب بنا دیا۔تاریخی حقیقت یہی ہے کہ تلوار یا طاقت سے پھیلنے والا کوئی مذہب ہے تو وہ عیسائیت ہے نہ کہ اسلام اسی نے استنبول فتح کیا تھا جو اس وقت بزنطیہ (Bazantia) کہلاتا تھا اور اسے اپنا پایہ تخت بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر قسطنطنیہ رکھا۔اُسی نے روم (اٹلی) کے چرچ کی بنیاد رکھی جو بعد میں مغربی کیتھولک عیسائیت کا عالمی مرکز بنا اور اس کا مذہبی پیشوا پوپ آج بھی کیتھولک عیسائیت کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا ہے مگر آیا صوفیہ کو اس لحاظ سے روم (اٹلی) کے کلیسا سینٹ پیٹر پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی بنیاد روم کے کلیسا سے پہلے یعنی ۳۱۰ عیسوی میں پڑی۔اس کی تعمیر لکڑی سے ہوئی تھی جو آگ لگنے سے جل گیا تو اس جگہ قیصر جسٹینن نے ۳۲۲ عیسوی میں عظیم الشان پختہ تعمیر کی۔جس وقت یہ چرچ (آیا صوفیہ) تعمیر ہوا۔دنیا کی سب سے عظیم الشان عمارت تھی حتیٰ کہ جب جسٹینن پہلی بار اس میں داخل ہوا تو اس کی زبان پر یہ مغرورانہ الفاظ آگئے کہ سلیمان میں تم پر سبقت لے گیا (تعمیر وتقدس میں بیت المقدس) پر ایک ہزار سال تک آیا صوفیہ کلیسا کے طور پر ہی نہیں بلکہ پوری عیسائی دنیا کے مذہبی و روحانی مرکز کے طور پر مشہور رہی۔حتیٰ کہ سلطان محمد فاتح نے فتح قسطنطنیہ کے موقع پر اس میں ظہر کی نماز پڑھی۔اس وقت سے یہ جامعہ آیا صوفیہ کہلائی پھر صدیوں تک کی صیہونی صلیبی سازشوں کے نتیجے میں اتاترک نے ۱۹۳۴ء اسے بطور مسجد بند کر کے ایک میوزم بنا دیا اور جہاں نماز پڑھنا قانوناً ممنوع قرار دیا۔اب یہاں غیر ملکی سیاح نیم برہنہ خواتین گھومتی رہتی ہیں۔حتیٰ کہ محراب و منبر میں اپنے اپنے کیمروں سے تصاویر کھینچتی پھرتی ہیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(جاری ہے)

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

''مَیّا''

ایک تعارف......ایک تاثر

ماں کا موضوع اتنا دلکش، خوش نما اور خوبصورت ہے کہ جس صاحبِ قلم نے بھی اس پر لکھا اُنس والفت اور محبت ووارفتگی کے سارے رنگ یک جا کر دیئے۔ رنگوں کی یہ دنیا کس قدر حسین، کس قدر بھلی اور کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔ اور اس دنیا میں سرور وسرمستی کی ایک ایسی دنیا آباد ہے جو اپنا انوکھا مزاج اور رویہ رکھتی ہے۔ اس محبت بھرے اور شفقت سے لبریز موضوع پر لکھنے والوں میں ایک نام جنابِ حامد سراج کا بھی ہے۔ جنہوں نے اپنی ماں سے محبت کو ''میا'' کا نام دیا ہے۔

حامد سراج نے اپنی اس کاوش میں روایتی جملوں اور گھسے پٹے لفظوں کی بجائے مکالماتی اسلوب نگارش اختیار کر کے اس کتاب کو حیاتِ جاوداں عطا کر دی ہے۔ اُنس والفت میں گُندھے ہوئے الفاظ کو ایسی خوبصورت لڑی میں پرویا ہے کہ جسے پڑھ کر پتھر سے پتھر دل لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آتے ہیں۔ اور یادوں کے کئی دَر بھی وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حامد سراج، میانوالی کے معروف قصبہ ''کندیاں'' سے سات کلو میٹر کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ایک جیتی جاگتی بستی ''خانقاہ سراجیہ'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ ''مَیّا'' کے علاوہ ان کے افسانوں کے دو مجموعے (وقت کی فصیل، اور برائے فروخت) بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ''مَیّا'' دبیز کاغذ پر بہت ہی خوبصورت انداز میں چہار رنگے گرد پوش کے ساتھ شائع کی گئی ہے

بقول پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم:

> ''افسانوی ادب پر اپنے قلم کے گہرے نقوش مرتسم کرنے کے بعد ماں جیسے آفاق گیر موضوع پر، لائن اور لینتھ برقرار رکھتے ہوئے، طویل مکالماتی خاکہ لکھ کر محمد حامد سراج نے دنیائے ادب میں اپنا مقام محفوظ کر لیا ہے۔ ''مَیّا'' میں کہانی کا سحر بھی ہے، رپورتاژ کا گہرا تاثر بھی، مرقع کشی کی نظر نوازی بھی ہے اور ڈرامے کی بیانیہ منظر نگاری بھی۔ فقروں کی موزوں خشت کاری نے اسے ایک تخلیقی نثر پارہ بنا دیا ہے۔''

سرحد پار سے جناب مشرف عالم ذوقی نے اپنی تقریظ میں لکھا:

> ''ماں کا دکھ کس نے دیکھا ہے، ماں کا سکھ کس نے جانا ہے۔ مَیّا کے مطالعہ سے گزرنے کے بعد، میں ہفتوں سو نہیں پایا۔ مومن کا زمانہ ہوتا تو وہ کہتا۔ ''میرا سارا دیوان لے جاؤ مجھے ''مَیّا'' دے دو''۔ جن کے پاس مَیّا ہوتی ہے، وہی جانتے ہیں کہ ان کے پاس دنیا کی کتنی بڑی طاقت ہے۔ ایک بھائی اپنی دولت کی چمک، دوسرے بھائی کے سامنے گنواتے ہوئے پوچھتا ہے...... ''میرے پاس بنگلہ ہے، گاڑی ہے، دولت ہے، تمہارے پاس کیا ہے؟ دوسرا بھائی جواب دیتا ہے ''میرے پاس ماں ہے۔''

حامد سراج کی یہ کہانی ماں سے شروع ہو کر ماں پر ختم ہو جاتی ہے انہوں نے اردو فکشن کی تاریخ میں ''مَیّا'' لکھ کر ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اس سے قبل، کسی بھی قلم کار کے حصے میں نہیں آیا۔

''میّا''میں ماں کی عظمت کے تابندہ اور درخشندہ نقوش بھی ہیں اور ماں سے محبت کی انمٹ یادیں بھی۔ اِن نقوش اور یادوں سے پھوٹتی اور پھیلتی ہوئی روشنی سے ''میّا'' کو ایک شاہکار تصنیف کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ ''میّا'' میں مکالماتی رنگ تو ہے لیکن ان مکالموں میں بھی نثری نظم کا گمان ہوتا ہے۔ ماں ایسے موضوع پر ایسی نثر پڑھنے کو بہت کم ملی ہے۔

ماں بستر کو گھر کرتی جارہی تھی اور گھر خالی ہوتا جارہا تھا
ماں کی آنکھ کے دریچوں میں
صرف دوبار آنسوؤں کے پرندے اُترے

آنکھوں کے سامنے ماں کا بچھڑنے کا عمل اس قدر دردناک اور اذیت ناک ہے کہ دل غم سے بھر جاتا ہے۔ ماں جیسی عظیم ہستی سے بچھڑنے کے اس دردناک عمل کو حامد سراج نے کس طرح بیان کیا ہے:

میں نے گھر میں دیکھا سارے وال کلاک تھم گئے تھے، وقت رُک گیا تھا
ائر کنڈیشنر دن رات چلتا رہا۔
ماں کے اندر کینسر کی گرمی سوا نیزے پر پہنچ گئی
دو آنسو گرے اور ماں نے چپ سادھ لی
ماں! کسی نے بین نہیں کیا، کوئی نوحہ نہیں ہوا۔
پورے وقار کے ساتھ تیرا جنازہ اٹھایا گیا اور تُو نے زمین اوڑھ کر آخرت کو گھر کرلیا
آج کیلنڈر تمام ہوئے

''میّا''میں افسانہ نگار کہیں کہیں اللہ تعالیٰ سے فریاد کناں بھی ہے کہ ماں جیسی عظیم ہستی کو بھیج کر پھر اسے واپس کیوں بلاتا ہے۔ دنیا میں تنہا رہنا اور سائبان کے بغیر زندگی گزارنا ایک ایسا درد، ایسی بے بسی اور ایسی بے چارگی ہے کہ اسے وہی جان سکتا ہے جو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہوگیا ہو اور جس سے یہ نعمتِ غیر مترقبہ چھن گئی ہو۔

اے رب کریم! تُو ماؤں کو کیوں بلاتا ہے، ساری عمر کے لیے دھوپ کا سائباں کیوں تان دیتا ہے۔
یُوں لگتا ہے دل کے توے پر لفظ جل گئے ہیں
جلے ہوئے لفظوں کی راکھ میں، انگلیاں پھیرتے ان گنت قرن گزر گئے
میں دشت تنہائی میں آبلہ پا، بے سائباں، کاندھے پر یادوں کی زنبیل اٹھائے، سایہ شجر کا
متلاشی سوچ رہا ہوں کہ ماں کے بعد بھی کہیں کوئی سایہ ہوتا ہے؟

حامد سراج نے علامت نگاری کی ایسی دنیا آباد کی ہے جس میں حسن بھی ہے اور دل کشی بھی:

''میں نے اپنے دوست پروفیسر عبدالباسط کو خط لکھا
میں نے آنسو اُس کو پارسل کردیئے
بھائی آیا مگر اس وقت میری آنکھ کی منڈیر پر آنسوؤں کا ایک پرندہ بھی نہیں تھا۔''

ماں کے چلے جانے کے بعد گھر، گرہستی اور گردوپیش کی حالت کیسی ہوجاتی ہے اور اداسیاں اور پریشانیاں اس طرح

عود کر آتی ہیں کہ ماں کی جدائی کا دکھ شدید تر ہو جاتا ہے۔دنیا کی ساری رنگینیاں، ساری خوشیاں اور ساری آسائشیں بے مزہ ،پھیکی پھیکی معلوم ہوتی ہیں۔جب ماں رخصت ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ سایہ،ٹھنڈک میٹھی چھاؤں،رونقیں، مسکراہٹیں بھی رخصت ہو جاتی ہیں۔بہار،خزاں جیسی معلوم ہوتی ہے،درخت بے برگ وبار دکھائی دیتے ہیں۔یہ منظر اور کیفیت حامد سراج کس خوبصورت پیرائے میں بیان کی ہے،ملاحظہ کریں:

ماں تمہارے جانے کے بعد کائنات بے روح ہوگئی ہے
چہرے ساکت،آسمان چپ،ستارے بےنور،سورج زرد،شجر خزاں رسیدہ اور ہوائیں کرلاتی رہتی ہیں۔
موسم سرکتے رہتے ہیں،آنکھیں تمہیں تلاش کرتی رہتی ہیں
دل کی نم زمین پر یادیں ننگے پاؤں ٹہلتی رہتی ہیں
موسم کے آنچل میں جتنے پھول تھے،رونقیں اور مسکراہٹیں۔سایہ اور ٹھنڈک میٹھی چھاؤں
سب کے سب تمہارے ساتھ رخصت ہوئے۔اب تو صرف دھوپ کا آنچل ہے

حامد سراج نے ''میّا'' میں بظاہر ایک سادہ سی کہانی بیان کی ہے مگر اس کے لفظوں میں رنگوں کی رم جھم اور جذبوں کے زیر وبم کی نو بہ نو دنیائیں آباد ہیں۔ماں ہم سے رخصت ہوتی ہے تو یادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اور یہ یادیں دلوں کو کچوکے لگاتی رہتی ہیں،دل غم سے نڈھال اور طبیعت میں بے قراری و بے چینی دَر آتی ہے۔اولاد کے لیے قیامت تو اس روز آجاتی ہے جب اس سے ماں جیسی عظیم ہستی اُس سے رخصت ہو جائے!

مگر اب کے ستم برنے......درخت منتہی پر ہاتھ کیوں رکھا
ستم بر کیسے بولے گا......ستم برسے کوئی پوچھو
بریدہ شاخ بےجاں کی اذیت جاننے والے
کوئی زندہ درختوں پر بھی ایسے وار کرتا ہے
ماں! تُو اپنی یاد کے خیمے ساتھ لے جاتیں تو اچھا تھا
ان خیموں میں مکیں یادیں اداس رہتی ہیں
یہ یادیں دکھ کے چولہے پر آنسو ابالتی رہتی ہیں
درد میرے اندر کرلاتے رہتے ہیں
ماں! حوصلہ کس بازار میں بکتا ہے
کوئی تو چٹکی بھر......ہم کو بھی خرید کر لا دے
ماں! تُو کہتی تھی
خدایا! میرے بچوں کو قیامت تک......سلامت رکھ!
تو پھر جاتے ہوئے، گھر میں
قیامت کیوں نہیں دیکھی!

بلاتبصرہ

طاہر القادری نے زلزلہ سے متاثرین کے نام پر ۲۴ کروڑ روپے کھائے
کینیڈا میں سکونت پذیر، جائیدادیں خرید لیں
عوامی تحریک کے مستعفی صدر، دریاب یوسف کی پریس کانفرنس

ملتان (سٹی رپورٹر) حال ہی میں پاکستان عوامی تحریک کی مرکزی صدارت سے مستعفی ہونے والے مخدوم محمد دریاب یوسف ہاشمی نے کہا ہے کہ مصطفوی انقلاب کا نعرہ لگانے والے مولانا طاہر القادری اپنی فیملی کو کینیڈا منتقل کر کے اپنی زندگی میں انقلاب لے آئے ہیں۔اپنے دونوں بیٹوں کو بھی انہوں نے فرانس اور کینیڈا کی یونیورسٹیوں میں داخل کروادیا ہے۔

علاوہ ازیں چیریٹی بطور انڈسٹری چلانے کے تجربہ کار افراد کو بلوا کر ادارہ منہاج القرآن کی باگ ڈوران کے حوالے کردی گئی ہے۔جبکہ مولانا طاہر القادری نے پیروکاروں کو آئندہ انقلاب کے نعرے لگانے اور خاص طور پر ''جوانیاں لٹائیں گے، انقلاب لائیں گے'' کے نعرے ترک کرنے کی ہدایت بھی کردی ہے۔جس کے باعث انہوں نے پاکستان عوامی تحریک سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔گزشتہ روز اپنے مختصر دورۂ ملتان کے بعد واپس جاتے ہوئے انہوں نے مزید کہا ہے کہ مولانا طاہر القادری نے کینیڈا میں مستقل سکونت اختیار کر کے خودساختہ جلاوطنی اختیار کرلی ہے۔اب وہ سال بھر میں دومرتبہ رمضان شریف اور عید میلاد النبی کے موقع پر محض چندے کی تھیلیاں سمیٹنے کے لیے آیا کریں گے۔

علاوہ ازیں انہوں نے الزام عائد کیا ہے کہ ۸/اکتوبر کے بعد زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے بیرون ملک سے وابستگان نے ۲۵ کروڑ روپے بھجوائے تھے، جن میں سے متاثرہ کشمیریوں کی بحالی پر صرف ۲۵ لاکھ خرچ کیے گئے جبکہ ۲۴ کروڑ سے زائد رقم سے مولانا طاہر القادری نے کینیڈا سمیت دوسرے یورپی ممالک میں جائیدادیں خرید لی ہیں۔انہوں نے کہا ہے کہ چاروں صوبوں سے ساتھیوں اور عوامی تحریک کے عہدیداروں کا اجلاس لاہور میں طلب کر کے وہ جلد کسی سیاسی پارٹی میں شمولیت یا نئی سیاسی پارٹی کی تشکیل بارے فیصلہ کریں گے۔

(روزنامہ ''خبریں'' ملتان۔۲۳/اگست ۲۰۰۶ء)

☆......☆......☆

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ حزب اللہ دہشت گرد گروہ ہے۔ (بُش)

جو ظالم کا ہاتھ مروڑ دے وہ دہشت گرد ہے!

☆ پاکستان کو اسلامی قوانین کے مطابق چلایا جائے گا۔ (وزیر اعظم شوکت عزیز)

فی الحال اسلامی قوانین کو پاکستان کے مطابق چلانے کی کوشش ہے۔

☆ موت کا لرزہ طاری کرنے والا حسن نصر اللہ اپنا کہا کر کے دکھائے گا۔ (مغربی اخبارات)

امریکہ خود مسلمانوں کو اسامہ بن لادن اور حسن نصر اللہ بننے کی ترغیب دے رہا ہے۔

☆ مخالفین نے روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا۔ ہم عملی اقدامات کر رہے ہیں۔ (وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی)

تینوں چیزیں چھین رہے ہیں۔

☆ نارووال سے لاہور جانے والی ٹرین پر ۵۰ ڈاکوؤں کا حملہ، ۳ مسافر اغوا۔ (ایک خبر)

ریل کا سفر، پہلے سے زیادہ محفوظ اور آرام دہ بنا دیا گیا ہے۔ (چیئرمین ریلویز)

☆ متحدہ سے تعاون نہ کرنے والے افسر تبدیل کرنے کا فیصلہ، مسئلہ حل ہو گیا۔ (الطاف حسین)

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس

☆ اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق ہے۔ (امریکہ)

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

☆ زہریلا کھانا، ایک ہلاک، دو کی حالت نازک، کدو سپرے زدہ تھے۔ (ایک خبر)

قوم کو خوراک اور پانی کی شکل میں زہر دیا جا رہا ہے۔

☆ صحافی لفافے بھی لیتے ہیں اور تنقید بھی کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر شیر افگن)

کچھ اِن میں رنگ رنگیلے ہیں کچھ خاصے چھیل چھبیلے ہیں
کچھ ایرے ہیں کچھ غیرے ہیں کچھ نتھو ہیں کچھ خیرے ہیں

☆ حزب اللہ نے اسرائیل کا جنگی جہاز ڈبو دیا۔ (ایک خبر)

اسرائیل کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا

☆ وردی اتری تو مسلم لیگ (ق) کی قیادت کے کپڑے اتر جائیں گے۔ (عابدہ حسین)

’’خوشبو‘‘ اُڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: کفیل بخاری

کتاب: سرگزشتِ ہاشمیؒ مؤلف: قاضی محمد طاہر الہاشمی

ضخامت: ۳۴۴ صفحات زرِ تعاون: ۱۵۰ روپے

ناشر: قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی مرکزی جامع مسجد' سیدنا معاویہ چوک۔حویلیاں ہزارہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی حویلیاں ہزارہ کی معروف علمی شخصیت ہیں۔دفاعِ صحابہ خصوصاً دفاعِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں انہوں نے تین کتابیں تحریر کر کے بڑی خدمت انجام دی ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اُن کے رگ و پے میں رچی بسی ہے۔یہ جذبہ خلوص اور ایمانی حرارت انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت قاضی عبدالحیٔ (چن پیر) الہاشمی رحمتہ اللہ علیہ سے ورثہ میں پائی ہے۔

''سرگزشت ہاشمی'' حضرت قاضی چن پیر الہاشمی رحمہ اللہ کے سوانحی حالات و خدمات کی تفصیل ہے۔جسے حضرت کے خلف الرشید قاضی طاہر علی الہاشمی نے بڑی محنت اور حسن ترتیب سے جمع کیا ہے۔حضرت قاضی عبدالحیٔ (چن پیر) الہاشمی رحمہ اللہ (۱۹۱۸ء۔۱۹۹۰ء) ایک جید اور حق گو عالم تھے۔ابتدائی تعلیم بڑے بھائی حضرت قاضی عبدالواحد سے حاصل کی۔رجوعیہ اور کشمیر کے اسفار میں ان کے ساتھ رہے۔وہ چلتا پھرتا مدرسہ تھے۔پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخل ہوئے اور مولانا قاضی مہر الدین سے اسباق لیے۔دورہ حدیث ۱۳۵۷ھ میں جامعہ مفتاح العلوم ملہووالی (ضلع اٹک) میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے تلمیذ مولانا حافظ نور محمد رحمہ اللہ سے کیا۔اورنٹیل کالج لاہور میں حضرت مولانا رسول خان اور مولانا سید طلحہ حسنی سے فاضل عربی کیا۔۱۹۶۲ء میں اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں سہ ماہی تربیتی کورس میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور اجازتِ حدیث سے سرفراز ہوئے۔مدرسہ تدریس القرآن ایبٹ آباد، مدرسہ احیاء العلوم حویلیاں اور اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔مسائل نماز اور اسلامی تعلیمات عقائد و مسائل اُن کی تصانیف ہیں۔

قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو وہ لاہور میں تھے۔تحریک پاکستان میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے مؤقف کی حمایت کی۔ردّ بدعات و رسومات، دفاعِ صحابہ، دعوت و تبلیغ، اصلاحِ معاشرہ اُن کی محنت کے خاص موضوعات تھے اور اس میدان میں بڑی خدمات انجام دیں۔تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔اسی طرح ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود شریک ہوئے۔تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء اور ضیاء الحق کے دور میں نفاذِ شریعت بل کے لیے بھی اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

جناب قاضی محمد طاہر الہاشمی نے اپنے جلیل القدر والد ماجد رحمہ اللہ کی شخصیت اور کارناموں کو ''سرگزشت ہاشمی'' میں بڑی عرق ریزی اور محبت سے جمع کیا ہے جو تذکرہ و سوانح کے لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہے۔

ادارہ مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبارالاحرار

چیچہ وطنی (۴؍اگست) مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو نبی خاتم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری انسانیت کے لیے ہادی بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ مسلمان کہلا کر کسی اور کی تعلیمات پر عمل کرنا سراسر کفر اور گمراہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن، نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور صحابہ کرام اس کے پہلے مخاطبین تھے۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ حدیث' قرآن کی تشریح ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی عملی تفسیر۔ اجماعِ امت سے ہٹ کر جو بھی رائے یا عمل اختیار کیا جائے' وہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مطالعہ سیرت سے ایمان کو جلا ملتی ہے اور گمراہی کے راستے مسدود ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملکی سلامتی کے تحفظ کے لیے یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمن پالیسیوں کے خلاف جہاد ناگزیر ہے اور اس کے لیے پاکستان کے کلیدی عہدوں پر فائز قادیانیوں سمیت دیگر لادین افراد کو برطرف کرنا ضروری ہے۔ وہ مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں ''مطالعہ سیرت پروگرام'' کے اختتام کے موقع پر منعقدہ اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی' پاکستان میں یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی لابی اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے پاکستانی فوج سمیت دیگر کلیدی عہدوں پر ایسے طبقوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں ہر دانشور اٹھ کر اپنی من پسند تشریحات کر رہا ہے اور ہر شخص قرآن پاک کی دینی تعلیمات سے جان چھڑوانا چاہتا ہے۔ امت مسلمہ' اسرائیل اور امریکہ کے خلاف پُرزور احتجاج کرے اور اقوام متحدہ نے جو گونگے شیطان کا کردار ادا کیا اس کی پُرزور مذمت کرے۔

☆......☆......☆

لندن (۱۰؍اگست) وزارت داخلہ پاکستان کے محکمہ نادرا، پاکستان اوریجن کارڈ (POC) اور شناختی کارڈ برائے اوورسیز پاکستانیز (NICOP) کے درخواست فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ خارج کر دیا۔ اسی طرح ماسکو اور برسلز میں پاکستانی سفارتخانے نے بھی پاکستانی پاسپورٹ فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ نکال دیا۔ ختم نبوت اکیڈمی لندن کے سربراہ، عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرحمٰن باوا، مجلس احرار اسلام پاکستان کے ناظم اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ، احرار مشن یوکے' کے صدر شیخ عبدالواحد، ختم نبوت سنٹر بیلجیم کے نائب صدر ملک محمد افضل، صلاح الدین احمد نے اپنے مشترکہ بیان نادرا اور ماسکو اور برسلز کے پاکستانی سفارتخانے کے اس اقدام پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پاکستان آئے دن مسلسل ایسے اقدامات کر رہی ہے جس سے نہ صرف پاکستان کے دوقومی نظریے کی نفی ہوتی ہے بلکہ وہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی پاسپورٹ فارم اور شناختی کارڈ اور دیگر سرکاری دستاویز میں ختم نبوت کا حلف نامہ اس

وقت شامل کیا گیا تھا جب پاکستانی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا اور ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس نافذ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک قانونی تقاضا ہے جسے بہر حال بحال رہنا چاہیے۔نادرا اور مذکورہ سفارتخانوں نے حلف نامہ نکال کر مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ ایک سازش کے تحت قادیانیوں کو رعایت دینے کے لیے POC اور NICOP فارم اور پاسپورٹ فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ خارج کرایا گیا۔اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے مولانا عبدالرحمٰن باوا کی زیرِ صدارت دینی تنظیموں کے رہنماؤں اور علمائے کرام کا اجلاس ہوا۔جس سے خطاب کرتے، مولانا عبدالرحمٰن باوا نے کہا کہ تقریباً ۵ سال قبل لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن کے کونسلر ڈویژن نے بھی پاکستانی پاسپورٹ فارم میں تبدیلی کر کے حلف نامے کی ایک اہم تیسری شق حذف کر دی تھی۔جس کی بنا پر پاکستان اور برطانیہ میں پاکستانی مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا تھا جس کے بعد وہ شق بحال کی گئی۔اسی طرح پاکستانی پاسپورٹ سے مذہب خانہ نکالا گیا تھا۔انہوں نے کہا کہ قادیانی لابی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم، ۱۹۸۴ء کا قادیانی آرڈیننس اور آئین کی دیگر اسلامی دفعات کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔اجلاس نے فیصلہ کیا کہ دنیا بھر میں پاکستانی سفارتخانوں سے پاکستانی پاسپورٹ فارم منگوائے جائیں اور دیکھا جائے کہ کن کن ملکوں میں پاسپورٹ فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ ختم کیا گیا ہے۔اجلاس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ نادرا کے اس اقدام پر بھرپور احتجاج کیا جائے گا۔اجلاس نے نادرا اور ماسکو اور برسلز میں پاکستانی سفارتخانوں سے مطالبہ کیا کہ ختم نبوت کا حلف نامہ حسب سابق پاکستانی پاسپورٹ فارم اور POC اور NICOP فارم میں بحال کیا جائے۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (۱۱راگست) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ امریکہ اور مغرب کے دوہرے معیار نے دہشت گردی کو جنم دیا ہے اور بین الاقوامی سطح پر ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ مسلمان بدنام ہو کر پسپا ہو جائیں۔ہمیں عالمی صورتحال کا حقیقی ادراک کرنے کے لیے جذباتیت سے بالاتر ہو کر سوچنا پڑے گا کہ عالم کفر کی چیرہ دستیوں کے سامنے کیوں بند نہیں باندھا جا رہا؟ وہ ڈیڑھ ماہ کے دورۂ برطانیہ کے بعد دفتر احرار میں ایک تقریب سے خطاب اور صحافیوں سے گفتگو کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ لبنان میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف برطانوی عوام اور اخبارات ہم سے زیادہ احتجاج کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا برطانوی مسلمان سمجھتے ہیں کہ برطانیہ کی خارجہ پالیسی اور مسلمانوں کے خلاف یکطرفہ اقدامات خود دہشت گردی کا موجب ہیں۔عالم کفر ہر حادثے کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں میں ردِعمل کا سبب بن رہا ہے۔خالد چیمہ نے صحافیوں کو بتایا کہ بیرون ممالک وزارت خارجہ پاکستان کے زیر انتظام نادرا کے ذریعے بننے والے پاکستان اوریجن کارڈ (POC) اور شناختی کارڈ برائے اورسیز پاکستانیز (NICOP) کے درخواست فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ خارج کر دیا گیا ہے جو کہ موجودہ حکومت کی دین دشمن اور قادیانیت نواز پالیسیوں اور بیرون ملک سفارت خانوں میں قادیانی افسروں کی تعیناتی کا

شاخسانہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ماسکو اور برسلز کے پاکستانی سفارتخانوں نے پاکستانی پاسپورٹ فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ نکال دیا ہے اور لندن میں بھی پاکستانیوں کے لیے پاکستانی شناختی کارڈ کے لیے طبع شدہ انگریزی فارم میں حلف نامے کی عبارت کا ایک حصہ حذف کر دیا گیا ہے جس پر نہ صرف اسلامیان پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو تشویش ہے۔ انہوں نے نادرا کے اس اقدام پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۷۴ء میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں سے متعلق آئینی ترمیم اور متفقہ فیصلے اور ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جو تعزیرات پاکستان کا حصہ بن چکا ہے کا تقاضا ہے کہ سرکاری دستاویزات میں ختم نبوت والا حلف نامہ شامل رہے تاکہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر دنیا کو دھوکہ دینے کا موقع نہ ملے اور یوں امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ متفقہ عقیدہ بھی محفوظ رہے۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا بھر میں رابطہ کر کے معلومات حاصل کی جارہی ہیں کہ کس کس ملک میں ایسا ہوا ہے؟ اگر حکومت کے متعلقہ اداروں نے اس کا نوٹس نہ لیا تو دینی جماعتیں اپنا مشترکہ لائحہ عمل طے کریں گی اور پہلے کی طرح رائے عامہ کو منظّم کر کے احتجاجی سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

چیچہ وطنی (۱۴ر اگست) یوم آزادی کے موقع پر مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی میں تحریکِ آزادی کے شہداء کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور قاری محمد قاسم نے شہداء کی روح کو ایصال ثواب کے لیے دعا کرائی۔

بورے والا (۱۶ر اگست) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ قادیانی پوری دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اور اہل اسلام کا لیبل لگا کر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس دھوکہ دہی اور فراڈ کا پردہ چاک کرنا ہماری ذمہ داری بھی ہے اور ڈیوٹی بھی، جس سے ہم کس طور غافل نہیں رہ سکتے۔ وہ دورۂ برطانیہ سے واپسی پر مجلس احرار اسلام بورے والا کی طرف سے اپنے اعزاز میں دیئے گئے عشائیہ اور پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر مولانا عبدالنعیم نعمانی، صوفی عبدالشکور احرار، محمد نوید طاہر، رانا خالد محمود اور دیگر احباب بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور مغرب کے دوہرے معیار نے خود دہشت گردی کو پروان چڑھایا ہے اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سطح پر ایسے یک طرفہ اقدامات کیے جارہے ہیں، جن سے مسلمان بدنام ہوں لیکن آخر کار یہ پالیسی ناکام ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ برطانوی مسلمان سمجھتے ہیں کہ برطانیہ کی خارجہ پالیسی مکمل طور پر دہشت گردی کا موجب ہے۔ خالد چیمہ نے بتایا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی دن ۷ر ستمبر کے حوالے سے ملک بھر میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' منایا جائے گا جبکہ یکم ستمبر سے ۱۰ر ستمبر تک عشرۂ ختم نبوت منایا جائے گا اور ۲۶ر اگست سے ۴ر ستمبر تک ملتان میں دس روزہ ختم نبوت تربیتی کورس منعقد ہوگا۔ جس میں ملک بھر سے دینی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے طلباء شرکت کریں گے۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (رپورٹ: حافظ حکیم محمد قاسم) ٹی ایم اے بلدیہ چیچہ وطنی کے عملہ نے ریلوے روڈ پر واقع پچاس سالہ

قدیم مسجد شہید کردی۔مجلس احرار اسلام،تحریک تحفظ ختم نبوت اور شہر کے دینی وسیاسی اور سماجی حلقوں کے بروقت نوٹس، ردّعمل اور پرزور احتجاج کے بعد تحصیل ناظم چیچہ وطنی نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کروادیا۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ریلوے اسٹیشن چیچہ وطنی کے قریب پچاس سال سے بھی زائد عرصہ پہلے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد اردگرد کے نمازیوں کی ضرورت کے لیے بنائی گئی ۔یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بعض لوگوں نے جولائی ۱۹۶۸ء میں بھی اس کو گرانے کی مذموم کوشش کی۔تب سابق وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی مرحوم چیچہ وطنی آئے اور اس مسئلہ پر شدید ردّعمل کے نتیجے میں یہ تنازعہ طے ہوگیا اور بلدیہ کی طرف سے ایک امام مسجد اس مسجد میں مسلسل نماز کی امامت کے فرائض دیتے چلے آرہے ہیں۔لیکن ۱۶راگست ۲۰۰۶ء بروز بدھ دوپہر کے وقت مسجد کے غیر سرکاری منتظمین محمد صدیق کانجو، ملک محمد صدیق اور دیگر ساتھی رمضان المبارک کی آمد کے پیش نظر حسب سابق ضروری مرمت کروار ہے تھے کہ مسجد کو ٹی ایم اے کی ملی بھگت سے اپنی ملحقہ جگہ میں شامل کرنے کی خطرناک سازش کے ذریعے بعض بااثر سیاسی افراد کے نمائندہ سرکاری وغیر سرکاری افراد اور بلدیہ کے اہلکاروں نے اس میں صریحاً مداخلت کرتے ہوئے مسجد کی چھت کو اکھاڑنا شروع کردیا۔جس پر موقع پر موجود لوگ سراپا احتجاج بن گئے ۔یوں حافظ محبوب احمد اور حافظ حبیب اللہ چیمہ سے بلدیاتی اہل کاروں کا الجھاؤ بھی ہوا۔ان دوساتھیوں سمیت سب حضرات نے اس صورت حال پر شدید احتجاج کیا جو شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنماؤں اور کارکنوں نے فوری وہنگامی مشاورت کرکے ابتدائی طور پر پریس کو اس صورت حال پر اپنے دینی وقانونی ردّعمل وموقف سے آگاہ کیا۔یہ عمل ابھی جاری تھا کہ اچانک اطلاع آئی کہ ٹی ایم اے کے افسران واہلکاروں کی ایک فوج ظفر موج پولیس کو ساتھ لے کر آئی اور مسجد مذکور (مسجد کوثر) کو سرکاری جاہ وجلال کے ساتھ شہید کردیا۔یہ افغانستان عراق یا لبنان میں ظلم کی انتہا کرنے والی استعماری اتحادی افواج کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ شریعت محمدیہ (ﷺ) کے مقدس نام پر بننے والے ملکِ پاکستان کے شہر چیچہ وطنی کی تحصیل ایڈمنسٹریشن اتھارٹی کے ''پاک باز'' عوامی نمائندوں، افسران اور اہل کاروں کی فاتحانہ کارروائی کا شاخسانہ ہے ۔اس پر شہر بھر میں اشتعال وردّعمل کا پیدا ہونا ایک فطری عمل تھا۔اگلے روز ۱۷راگست کو اخبارات نے اس کو رپورٹ کیا۔روزنامہ ''پاکستان'' لاہور کی خبر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

چیچہ وطنی میں ۵۰ سالہ قدیم مسجد شہید کردی گئی

مقامی لوگوں نے بلدیہ اور پولیس کو آپریشن سے روکنے کی کوشش کی تو انہیں دھمکیاں دی گئیں

دینی جماعتوں نے آج اس واقعہ کے خلاف لائحہ عمل تیار کرنے کا اعلان کیا ہے

چیچہ وطنی (۱۷راگست) بلدیہ چیچہ وطنی کے عملہ نے ریلوے روڈ پر واقع ۵۰ سالہ قدیم مسجد شہید کردی۔قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب کی بے حرمتی پر مجلس احرار اسلام سمیت دیگر دینی جماعتوں کا شدید احتجاج، ڈی ایس پی کو فوری طور پر تبدیل کرکے ذمہ داران کیخلاف مقدمہ کے اندراج کا مطالبہ،ایک دینی جماعت کے کارکن حافظ محمد محبوب اور حافظ حبیب اللہ چیمہ بدھ کے روز نیو گرین مارکیٹ چیچہ وطنی کے مرکزی گیٹ سے ملحقہ قدیم مسجد کی مرمت کروار ہے تھے کہ اختر بلوچ کی

قیادت میں بلدیہ کے عملہ نے موقع پر پہنچ کر انہیں کام روکنے کی ہدایت کی جس پر تلخ کلامی کے بعد تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا، تاہم دو گھنٹے بعد بلدیہ کا عملہ پولیس کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا اور ٹریکٹر ٹرالی سے پوری مسجد شہید کر دی، ان کارکنان کے مطابق ڈی ایس پی سرکل چودھری بشیر احمد نے مسجد کو منہدم کرنے کے آپریشن کی منظوری دی جس سے مسجد ملبہ کا ڈھیر بن گئی اور اس میں موجود قرآن پاک کے نسخہ جات اور دیگر دینی کتب ضائع ہوگئیں، آپریشن کے دوران مقامی لوگوں نے پولیس اور بلدیہ کے عملہ کو روکنے کی کوشش کی تو انہیں گرفتار کر کے جیل بھیجنے کی دھمکی دی گئی، دینی جماعتوں کے رہنماؤں عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ عابد مسعود ڈوگر، قاری محمد قاسم، حافظ حبیب اللہ رشیدی، مولانا منظور سمیت دیگر علماء کرام اور رہنماؤں نے الزام عائد کیا کہ تحصیل انتظامیہ مسجد کی جگہ کسی منظور نظر کو دکانوں کے طور پر الاٹ کرنا چاہتی ہے، علاوہ ازیں دینی جماعتوں نے واقعہ کیخلاف آج جمعرات کو لائحہ عمل مرتب کرنے کا اعلان کیا ہے، یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہید کی جانیوالی مسجد کو ۲۷ جولائی ۱۹۶۸ کو منہدم کرنے کی کوشش پر شہر میں مذہبی اشتعال پھیل گیا تھا جس پر سابق وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی مرحوم نے چیچہ وطنی کا دورہ کر کے تنازعہ طے کرایا تھا۔

(۱۷ راگست) جمعرات کو بعد نماز ظہر مجلس احرارِ اسلام کی دعوت پر بعد نماز ظہر دفتر جماعت جامع مسجد چیچہ وطنی میں مختلف مکاتبِ فکر اور جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس مولانا احمد ھاشمی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں پیر جی قاری عبدالجلیل رائے پوری، جماعت اسلامی کے خان حق نواز دُرانی، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مولانا محمد اکرم ربانی، جماعت اہل سنت والجماعت کے انتظار احمد بھٹی، مجلس احرار اسلام کے عبداللطیف خالد چیمہ مولانا منظور احمد، بزم ختم نبوت پاکستان کے سرپرست مولانا احمد عثمان، حافظ محبوب احمد، محمد صدیق کانجو، ملک عبدالحق سمیت متعدد دیگر حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ آج ظہر سے قبل تحصیل ناظم چیچہ وطنی نے متعدد افراد اور صحافیوں کے ہمراہ شہید ہونے والی مسجد کا موقع دیکھا۔ اس سلسلہ میں روز نامہ ''اسلام'' لاہور میں ۱۸ راگست کو شائع ہونے والی خبر ملاحظہ فرمائیں:

چیچہ وطنی (نامہ نگار) بلدیہ کے عملہ نے مسجد شہید کرنے کا آپریشن میرے علم میں لائے بغیر کیا۔ تحصیل ناظم چیچہ وطنی چودھری محمد طفیل جٹ نے بھری پنچایت میں حلف دیتے ہوئے مسجد کی دوبارہ تعمیر کا اعلان کر دیا۔ تحصیل ناظم نے اپنے ایم پی اے بھائی چودھری محمد ارشد جٹ کے ہمراہ جمعرات کے روز ریلوے روڈ کا دورہ کر کے منہدم کی جانے والی مسجد کا ملبہ دیکھا اور امام مسجد مولانا بشیر احمد کا موقف سنا۔ اس موقع پر مقامی لوگوں کی بڑی تعداد موقع پر جمع ہوگئی۔ جنہوں نے مسجد مسمار کیے جانے کے افسوسناک واقعہ سے تحصیل ناظم کو آگاہ کیا۔ تحصیل ناظم نے مسجد کی شہادت پر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ میرے خلاف ایک منظم اور سوچی سمجھی سازش ہے، جس کی تحقیقات کروائی جائیں گی۔ حلفاً کہتا ہوں کہ اس واقعہ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے واقعہ کی انکوائری کے لیے امام مسجد سمیت علماء کرام کی پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دیتے ہوئے ٹی ایم اے کی جانب سے مسجد کی دوبارہ تعمیر کا اعلان کیا۔ یہ کمیٹی آج جمعۃ المبارک کو واقعہ کے ذمہ داران کا تعین کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔ تحصیل ناظم نے کہا کہ مسمار کی جانے والی مسجد بلدیہ نے ہی تعمیر کی تھی، جس کے پیش امام کی تنخواہ بھی

بلدیہ ہی دیتی تھی۔واقعہ میں تحصیل میونسپل انتظامیہ کا جوبھی افسر یا اہل کار ملوث پایا گیا' اس کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(روزنامہ ''اسلام'' لاہور۔۱۸/اگست ۲۰۰۶ء۔جمعۃ المبارک)

۱۰/اگست کومجلس احراراسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسجد کے انہدام اور تحصیل ناظم کی طرف سے دوبارہ تعمیر کے اعلان اوراس سلسلہ میں مجلس احراراسلام کی طرف سے کیے گئے بروقت احتجاج ردّعمل کی ضروری تفصیل سے آگاہ کیا' جس کو روزنامہ ''پاکستان'' لاہور میں اس طرح شائع کیا گیا:

مسجد کی بے حرمتی اورشہادت میں ملوث افراد کے خلاف انضباطی کارروائی ضروری ہے

اس حساس مسئلہ پر کوتاہی سے کام لیا گیا تو عوام مشتعل ہو سکتے ہیں:مشترکہ بیان

چیچہ وطنی (نامہ نگار) مرکزی انجمن تاجران چیچہ وطنی کے صدر شیخ محمد حفیظ،انجمن تحفظ حقوق شہریان کے سرپرست شیخ عبدالغنی اورانجمن شہریان (رجسٹرڈ) کے قائم مقام صدر سردار محمد نسیم ڈوگر نے کہا ہے کہ ریلوے روڈ پر ٹی ایم اے کی جانب سے شہید کی جانے والی مسجد کی از سرِنو تعمیر کا اعلان خوش آئند ہے۔دراصل یہ مجلس احراراسلام اورتحریک تحفظ ختم نبوت کے بروقت نوٹس اور احتجاج کا نتیجہ ہے۔انہوں نے کہا کہ مسجد کی شہادت اور بے حرمتی کے مرتکب ٹی ایم اے کے افسران واہلکاروں کے خلاف کارروائی ازحد ضروری ہے اور واقعہ کی غیر جانبدارانہ انکوائری کروائی جائے۔انہوں نے کہا کہ شہریوں کو اس اندوہناک واقعے کے اصل عوامل محرکات اوراس کا سبب بننے والے شرپسند عناصر سے آگاہ کیا جائے۔اُدھر مجلس احراراسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکزی مسجد عثمانیہ میں ایک بڑے احتجاجی اجتماع میں اعلان کیا کہ خانۂ خدا کو منہدم کرنے والے سرکاری اہلکاروں ٹی ایم اے کے عملے اور پس منظر میں یہ کارروائی کروانے والے مفاد پرست عناصر کو بے نقاب کر کے فوری تادیبی کارروائی نہ کی گئی تو ہم سخت ردّعمل ظاہر کریں گے۔انہوں نے کہا کہ اس حساس مسئلہ پر کسی لیت ولعل سے کام لیا گیا تو پیش آمدہ حالات کی ذمہ داری' اِس کے ذمہ داران پر عائد ہوگی۔اجتماع کے شرکاء نے ہاتھ کھڑے کر کے اس قرارداد کی پرزور تائید کی کہ مسجد کی شہادت کے ذمہ داران کے خلاف فوری کارروائی عمل میں لائی جائے ورنہ عوام میں پیدا ہونے والے اشتعال کو روکنا مشکل ہو جائے گا۔(روزنامہ ''پاکستان''۔لاہور ۲۰' اگست ۲۰۰۶ء)

۲۱/اگست پیر تک مسجد کافی حد تک تعمیر ہوگئی تھی۔اس روز بعد نماز ظہر تقریباً تین بجے تحصیل ناظم چیچہ وطنی نے متعدد حضرات کے ہمراہ مسجد میں صحافیوں کے سامنے اعلان کیا کہ مذکورہ واقعہ میرے خلاف گہری سازش تھی اوراس میں ملوث افراد کو آئندہ ۷۲ گھنٹوں میں بے نقاب کر دیا جائے گا۔۲۴/اگست کی سہ پہر کو ۷۲ گھنٹے گزر گئے اور ٹی ایم اے کے عملہ کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاسکی۔

عوام سراپا سوال ہے

کیا اس واقعہ میں ملوث سرکاری اہلکاروں کے خلاف واقعتاً کوئی کارروائی ہوگی یا عوام کے اس پرزور مطالبہ کو سرد خانہ کی نذر کر دیا جائے گا اور مسجد شہید کرنے والے بد بخت عناصر یونہی شہر میں دندناتے پھرتے رہیں گے۔

۲۷ گھنٹے تو گزر گئے عوام ۲۷ دن، ۲۷ مہینے یا ۲۷ سال آخر کب تک انتظار کریں؟

جناب والا! یہاں ضرور اس معاملہ کو لٹکایا جا سکتا ہے کیونکہ ظاہری طور پر زمامِ اقتدار آپ کے ہاتھ میں ہے مگر اس واحد القہار کی عدالت میں یقیناً آپ کی چھتر چھایا انہیں کوئی تحفظ فراہم نہ کر سکے گی۔ ڈریے اُس دن سے اور اپنے خلاف ہونے والی اس سازش میں ملوث سرکاری اہلکاروں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کریں۔ ورنہ ہمارا احتجاج جاری رہے گا۔

عوام کا سوال: مسجد کوثر کی شہادت کے بعد دوبارہ تعمیر، کیا سرکاری عملے کے خلاف کارروائی ہوگی؟

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تحریکِ آزادی اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں تاریخ ساز کردار ادا کیا

جامعہ فاروقیہ رحیم یار خان میں منعقد ''امیر شریعت کانفرنس'' سے مقررین کا خطاب

(رپورٹ: حافظ عبدالمالک شاہین، حافظ عبدالرحیم نیاز)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی دینی وملی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مورخہ ۲۱ / اگست ۲۰۰۶ء مطابق ۲۶ / رجب ۱۴۲۷ھ بروز پیر بعد نمازِ عشاء جامعہ فاروقیہ عثمان پارک رحیم یارخان میں ''امیر شریعت کانفرنس'' منعقدہ ہوئی۔ صدارت مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے صدر حافظ محمد اشرف نے کی۔ تلاوت کلامِ پاک کا شرف قاری عبدالقدوس صہیب نے حاصل کیا۔ جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض راقم نے انجام دیئے۔ نعتِ رسولِ مقبول (ﷺ) طالب علم عتیق الرحمٰن نے پڑھی۔ میزبان جلسہ مہتمم جامعہ فاروقیہ جناب حافظ محمد اکبر نے مہمانانِ گرامی، قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری (ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام) اور ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری (چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''الاحرار'') کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ احرار کی تاریخ قربانیوں سے لبریز ہے۔ حضرت امیر شریعت نے وقت کے فرعونوں کو للکارا اور ناموسِ رسالت (ﷺ) کے تحفظ کی خاطر جان کی بازی لگادی۔ انہوں نے کہا کہ بخاری صاحب اور اُن کے خاندان سے مجھے دلی عقیدت ہے۔ آج اس کانفرنس کی بدولت برسوں سے کٹا ہوا قافلہ جڑ گیا ہے۔ خواجہ محمد ادریس ایڈووکیٹ نے کہا کہ آج خانوادۂ امیر شریعت کی عظیم شخصیات کی موجودگی میں امیر شریعت کی زندگی پر کیا بیان کروں۔ میں نے حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی زیارت نہیں کی۔ میں نویں جماعت کا طالب علم تھا' جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اس دارِ فانی کو چھوڑا۔ میں جب بھی ملتان جاتا ہوں حضرت شاہ جی کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ انگریز کے گھوڑوں کی مالش کرنے والوں کو جاگیریں دی گئیں اور تحریک آزادی کے رہنماؤں کو جیل میں ڈالا گیا۔ جمعیت علماء اسلام (س) کے ضلعی امیر مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی نے کہا کہ امیر شریعت نے حق کے اظہار میں بے پناہ قربانیاں دیں۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک کا سب سے بڑا حادثہ یہ ہے کہ برسر اقتدار طبقہ نے تاریخ اپنی مرضی سے لکھوائی۔ لیکن جب بھی تحریک آزادی ہند اور تحریک تحفظ ختم نبوت کا تذکرہ ہوگا وہاں احرار اور

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر خیر لازماً آئے گا۔

ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری (مدیر ماہنامہ ''الاحرار'') شدید علالت کے باوجود کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔انہوں نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امیر شریعت نے اُس دور میں صدائے حق بلند کی جب آزادی سے سانس لینا بھی دشوار تھا۔مایوسیوں کے اندھیروں میں عزم وہمت کا چراغ جلایا۔بیمار ذہنوں کو توانا کیا اور بے زبانوں کو زبان عطا کی۔انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں آزاد پیدا کیا ہے، آزاد جئیں گے، آزاد مریں گے۔حضرت شاہ جی نے انسانوں کو انسان کے ظلم اور فرنگی کے جبر واستبداد سے نجات دلائی۔شاہ جی نے مسلمانانِ ہند کی آزادی کے لیے ۱۱ سال جیل کاٹی۔وقت کے فرعونوں سے ٹکر لی۔تاریخ آزادی کا حاشیہ اپنے خون سے لکھا۔سیاسی میدان میں دین کو فوقیت دی۔نوجوانوں میں حریت وآزادی کی روح پھونکی۔اپنے نانا ﷺ کی سنت کو زندہ کیا۔دوست دشمن کی پہچان کرائی۔دشمن خدا، دشمنِ رسول اور دشمنِ ازواج واصحاب رسول کو اپنا دشمن سمجھا۔مصلحت کیشی سے کام نہیں لیا۔انہوں نے وفا شعار رفقاء کا قافلہ تیار کیا جس میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شورش کاشمیری جیسے بہادر حضرات شامل تھے جو اپنے وقت کا عظیم دماغ تھے۔شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ میں اُن سؤروں کا ریوڑ چرانے کو تیار ہوں جو انگریز کی کھیتی کو اُجاڑ دیں اور میں ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کو تیار ہوں جو انگریز بہادر کو کاٹیں۔

نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری (ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بڑی مدت کے بعد اس مدرسہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا ہے۔تقریباً پندرہ سال قبل مسجد ھٰذا میں جمعہ پر خطاب کا موقع ملا تھا۔تب حافظ اکبر صاحب پابند سلاسل تھے۔۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ حافظ صاحب کو دیکھا تھا۔وہ ایک بہادر ساتھی اور مجاہد کارکن تھے۔اس ضلع کے دیہاتوں میں جانشین امیر شریعت اور محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہم اللہ تشریف لاتے رہے۔آج مدتِ مدید کے بعد یہ بچھڑا ہوا قافلہ پھر مل گیا۔اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔(آمین) یہ قصہ ہے ماضی کا لیکن ہمیں ماضی پر فخر ہے۔ہم نے اپنے اسلاف سے جو سبق پڑھا' اللہ نے ہمیں اُس ورثہ کو سنبھالنے کی توفیق دی۔میں نے شاہ جی کی زندگی کا مطالعہ کیا تو سورۃ لقمان کی آیت کے مطابق شاہ صاحب کو اقامتِ صلوٰۃ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور صبر واستقامت پر گامزن پایا۔۱۹۱۶ء میں بندے ماترم ہال میں مرزا بشیر الدین قادیانی سے پہلی ٹکر شاہ جی کی ہوئی۔اُس کے بعد قادیانیت کے خلاف قریہ قریہ نگر نگر عوام کو بیدار کیا۔قادیان میں مرزائیت کے خلاف ۳ روزہ تبلیغی کانفرنس منعقد کی۔جس کی صدارت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمائی۔مولانا عنایت اللہ چشتی (جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے) کو قادیان میں باقاعدہ مبلغ مقرر کیا۔انہوں نے کہا کہ احرار برصغیر میں تمام دینی جماعتوں کی ماں ہے۔ماں سے بیٹے ناراض ہوتے ہیں' ماں ناراض نہیں ہوتی۔ہم نے احرار کا چراغ مصطفوی بجھنے نہیں دیا۔ہماری تمام مذہبی جماعتوں سے محبت ہے۔

قائد احرار، ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ میں امیر شریعت کانفرنس کے انعقاد پر حافظ محمد اکبر صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں۔انہوں نے فرمایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک تحریک تھے۔ان کی ایک تقریر نے ایسے سینکڑوں مجاہد پیدا کیے جو خانقاہوں کی دس سالہ محنت پیدا نہیں کرسکتی۔شاہ جی نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا' رخصت کا نہیں۔وہ صرف خطیب ہی نہیں بہت بڑے ذاکر بھی تھے۔۲۵ ہزار مرتبہ یومیہ اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر کرتے تھے۔جب باہر نکلتے تو دیواروں سے بھی آواز آتی۔انہوں نے کہا کہ جب تک احرار زندہ ہیں' مرزائیت کا تعاقب جاری رہے گا۔ختم نبوت کے چراغ میں احرار کا خون جلتا رہے گا۔یہودیت مرزائیت کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔ہم جہادی آیات کو نصاب سے خارج نہیں ہونے دیں گے۔حدود اللہ کی حفاظت بھی کریں گے۔۲ بجے رات تک کانفرنس جاری رہی۔

حضرت پیر جی کے خطاب کے بعد دعاء خیر ہوئی۔اس کانفرنس میں ضلع رحیم یار خان کے تمام قصبات و دیہات سے احرار کارکن اور پرانے رفقاء کثیر تعداد میں تشریف لائے تھے۔کانفرنس کی کامیابی کے لیے حافظ محمد اکبر، جام اللہ وسایا پنوار، حافظ عبدالمالک شاہین، حافظ شبیر احمد، حافظ عبدالرحیم نیاز، حافظ دوست محمد، حافظ محمد اسماعیل چوہان، مولانا فقیر اللہ رحمانی، مولوی محمد یعقوب، مولانا عبدالخالق چوہان، مولوی کریم اللہ، بھائی عبدالغفار، حافظ محمد عباس، محمد ابراہیم شاہ، حافظ عطاء الرحمٰن، حافظ محمد صدیق قمر، مولوی علی محمد احرار، حافظ محمد اشرف، مولوی بلال و دیگر نے اپنا اپنا فریضہ ادا کیا نیز بستی مولویان، ترنڈا، کوٹ سمابہ، رحیم یار خان، بدلی شریف، شاہ پور، خان پور، غازی پور، ظاہر پیر، میر محمد، گل بہار، مڈحسن، میرک گلشن معاویہ، مسلم چوک، بہودی پور اور دیگر علاقوں سے بڑی تعداد میں کارکنوں نے شرکت کی۔

☆......☆......☆

رحیم یار خان (۲۱ / اگست) مجلس احرار اسلام حدود آرڈیننس میں ترمیم کی پوری قوت کے ساتھ مخالفت کرے گی۔ حدود اللہ سمیت جتنے بھی اسلامی قوانین ہیں وہ انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں' اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام کے امیر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے رحیم یار خان میں کیا۔انہوں نے کہا کہ اللہ کے قانون کو اللہ ہی تبدیل کرسکتا ہے۔مشاورتی کونسل ہو یا کوئی بھی طاقت ہو اللہ کے قانون کو تبدیل نہیں کرسکتی۔انہوں نے کہا کہ تحفظ حقوق خواتین کی آڑ میں اسلامی آئین کی توہین کی جا رہی ہے اور یہ صرف مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ناپاک کوشش کی جارہی ہے۔انہوں نے کہا کہ خواتین کا تحفظ دین اسلام نے کیا ہے۔اس سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں کرسکتا۔امیر احرار نے فرمایا روشن خیال طبقہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے حدود اللہ میں تبدیلی کرانا چاہتے ہیں۔امیر احرار نے اپوزیشن کی طرف سے تحریک عدم اعتماد پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو پہلی ہی حکومت پر عدم اعتماد کر چکے ہیں' موجودہ حکمرانوں پر اب عوام کو اعتماد نہیں رہا۔غیر ملکی ایجنڈے پر کام کرنے والے اسلام اور پاکستان کے وفادار نہیں ہیں۔امیر احرار نے فرمایا کہ مجلس احرار اسلام ۷۶ برس سے اپنے موقف پر قائم ہے۔ہم اللہ کی دھرتی پر اللہ کے نظام کا نفاذ چاہتے ہیں۔اسلامی نصابِ تعلیم اور اسلامی نظامِ معیشت کے لیے ہم اپنے موٴقف پر قائم ہیں۔

رحیم یارخان (۲۱؍اگست) قرآن اللہ کا کلام اور دستورِ حیات ہے جولوگ اسے پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عظیم بنادیتے ہیں۔ دینی طلباء عظیم لوگ ہیں۔ قرآن مسلمانوں کا ورثہ ہے اور پورا دین وراثت ہے۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام کے امیر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے مکی مسجد رحیم یارخان میں حافظ محمد صدیق قمر کے دس سالہ بیٹے حافظ عمر فاروق کے قرآن مجید حفظ مکمل کرنے پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ امیر احرار نے کہا کہ قرآن بہت بڑی دولت ہے۔ جس گھر میں حافظ قرآن ہو وہ مالدار ہے۔ کیونکہ اس نے علومِ نبوت کو اپنے سینے میں محفوظ کرلیا ہے۔ اس موقع پر جناب حافظ محمد اکبر اعوان، قاری اظہر اقبال، مولانا بلال احمد، حافظ شیر محمد، مولانا فقیر اللہ رحمانی، مولوی محمد یعقوب اور حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان کے علاوہ شہریوں کی بڑی تعداد قائدِ احرار کو ملنے کے لیے موجود تھی۔

قادیانی لیکچرر عامر سہیل زکریا یونیورسٹی سے برطرف۔ دل آزار کتاب ''محشر خیال'' نصاب سے خارج قادیانی مجلّہ ''انگارے'' بھی ضبط کیا جائے: سید عطاء المہیمن بخاری

ملتان (۲۴؍اگست) مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری اور وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف جالندھری، جمعیت علماء اسلام کے سید خورشید عباس گردیزی، مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، اتحاد العلماء کے مولانا احسان احمد، حافظ محمد اسلم اور جماعت اسلامی کے راؤ محمد ظفر اقبال نے اپنے مشترکہ بیان میں قادیانی لیکچرر عامر سہیل کو زکریا یونیورسٹی سے نکالنے اور اس کی مرتبہ دل آزار کتاب ''محشر خیال'' کو نصاب سے خارج کرنے پر حکومتِ پنجاب کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

واضح رہے کہ قادیانی لیکچرر عامر سہیل یونیورسٹی کے طلباء کو کھلم کھلا قادیانیت کی تبلیغ کرتا تھا، مذہب اور مذہبی شخصیات کے خلاف زبان درازی کرتا تھا، طلباء میں قادیانی لٹریچر تقسیم کرتا تھا اور انہیں بیرونِ ملک بھجوانے کا جھانسہ دیتا تھا۔

انہوں نے کہا کہ تین ماہ قبل مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں شامل مختلف دینی جماعتوں نے متفقہ طور پر زکریا یونیورسٹی اور حکومتِ پنجاب کے اعلیٰ حکام کو قادیانی لیکچرر عامر سہیل کی غیر قانونی سرگرمیوں کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا تھا۔ پنجاب کے حکام نے عوامی مطالبے کو منظور کیا۔ جس پر ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مذکورہ قادیانی لیکچرر ملتان سے ایک غیر رجسٹرڈ، غیر قانونی مجلّہ ''انگارے'' بھی شائع کرتا ہے، جس کے تمام اخراجات قادیانی جماعت ادا کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ غیر قانونی مجلّے ''انگارے'' کو ضبط کیا جائے اور عامر سہیل کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ انہوں نے حکومتِ پنجاب اور وزارت اطلاعات کے حکام سے کہا ہے کہ اس مطالبے کو بھی منظور کرتے ہوئے فوری کارروائی کی جائے۔

☆......☆......☆

ناگڑیاں ضلع گجرات (۲۶؍جولائی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں ضلع گجرات میں تین روزہ دورے پر تشریف لائے۔ آپ نے سیدنا

صدیق اکبرؓ کی سیرت بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں سے اپنے خاص بندوں کو نبوت کے لیے چنا اور بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نبی خاتم سیدنا محمد ﷺ کو چنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو نبی کریم ﷺ کی رفاقت کے لیے چنا۔ آپؓ نبی کریم ﷺ کے عہدِ جوانی کے دوست، زمانۂ نبوت کے دوست، نماز کے دوست، مزار کے دوست اور آخرت کے بھی دوست ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ کا ہر موڑ پر ساتھ دیا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کو مال کی ضرورت پڑی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا مال لاکر رکھ دیا۔ اگر نبی پاک ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو آپ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں دے دی۔

شاہ جی نے مزید کہا کہ آج لوگ جھگڑتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت چھین لی۔ نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔ انہیں تو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے مصلیٰ پر کھڑا کیا۔ یہ منصب خلافت کے لیے نامزدگی ہی تھی۔

۲۷ر جولائی کو بعد از ظہر خواتین کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے عورت کو بہت عزت کا مقام عطاء کیا ہے۔ ظہورِ اسلام سے پہلے عورت سے وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا، اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، بیٹیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، لیکن جوں ہی اسلام کا ظہور ہوا، بیٹی کو عزت بخشی، اسے گھر کی زینت بنایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹی اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو چار بیٹیاں عطا کیں، یوں تو بیٹے بھی دیئے لیکن وہ بچپن ہی میں فوت ہوگئے، آپ ﷺ اپنی بیٹیوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔

شاہ جی نے کہا کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنھن کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا، مالِ غنیمت جمع ہوگیا تو رب نے نبی ﷺ کی ازواج سے سوال کیا کہ دنیا کا مال لینا چاہتی ہو یا میرے نبی کی رفاقت میں رہنا چاہتی ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی چاہیے۔ ہم دنیا کی دولت کی طالب نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس دین کی خاطر تکالیف برداشت کیں، تو کبھی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسی دین کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

شاہ جی نے کہا کہ عورت گھر کی زینت ہوتی ہے۔ جب تک گھر میں رہی اسے عزت ملی، لیکن جب یہ بازار میں نکلی تو اس کی عزت نہ رہی۔ میری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں دین کا علم سیکھیں، اپنی اولاد کو سکھائیں کیونکہ ایک عورت کی تعلیم سارے خاندان کو راہِ راست پر لاسکتی ہے۔ اس لیے ہر ایک کو دین کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ شاہ جی نے عشاء کی نماز کے بعد کھاریاں چک سجاول میں بہت بڑے اجتماع سے بھی خطاب فرمایا۔

۲۸ر جولائی کو جامع مسجد خاتم النبیین ماڈل ٹاؤن گجرات میں شرکاء اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہادی دوعالم خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو منصبِ نبوت عطاء ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے اور اسی میں قوموں کی ترقی و فلاح کا راز مضمر ہے۔ کاش یہ بات ہمارے حکمرانوں کی سمجھ میں آجائے۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ

نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سفرِ ہجرت کی رفاقت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں وزیر رہے اور آپ ﷺ کی زندگی کے بعد جانشین بنے۔ خلیفۃ الرسول ﷺ کا مبارک لفظ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلفاء امیر المؤمنین کہہ کر پکارے گئے۔ آخر میں شاہ جی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گجرات میں مرکز احرار، مدرسہ و مسجد ختم نبوت کا قیام

ضلع گجرات نیو ماڈل ٹاؤن میں مدرسہ و مسجد ختم نبوت کے قیام کے لیے ایک صاحب نے ایک کنال جگہ وقف کی۔ اس کا سنگِ بنیاد عنقریب ان شاء اللہ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری رکھیں گے۔ اللہ پاک نے سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی آرزو کو پورا کیا۔ وہ زندگی میں خواہش رکھتے تھے کہ گجرات میں احرار کے مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے۔ احباب و مخلصین اس دینی مرکز کی تعمیر میں تعاون فرمائیں۔

الداعی: سید محمد یونس بخاری منتظم مدرسہ محمودیہ ناگڑیاں ضلع گجرات

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

28 ستمبر 2006ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ادارہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مسافرانِ آخرت

☆حضرت قاری عبداللطیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:

ہمارے دیرینہ کرم فرما تھے۔قرآن کریم سے خاص اُنس تھا۔تجوید وقرأت کے فن میں منفرد ذوق کے مالک تھے۔ انہوں نے قرأت کی مشق کا آغاز ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ سے کیا۔حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا پھر استاذ القراء حضرت الشیخ القاری عبدالوہاب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ شرفِ تلمذ حاصل کیا۔خانوادۂ امیر شریعت سے بہت محبت وعقیدت تھی۔گزشتہ تیس برسوں سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور حرم نبوی میں بھی تعلیم قرآن کے شعبہ سے وابستہ تھے۔انتہائی مہمان نواز اور وضع دار انسان تھے۔زائرین مدینۃ النبی کا بے پناہ اکرام کرتے۔خاص طور پر علماء کی مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔

گزشتہ چند برسوں سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔۲۱راگست ۲۰۰۶ء بروز سوموار بوقتِ سحر انتقال فرماگئے۔مسجد نبوی میں نمازِ جنازہ ہوئی اور جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

☆ محمد حنیف سندھو مرحوم (برادر عبدالعزیز سندھو مرحوم) ملتان۔۶راگست ۲۰۰۶ء

☆ شاہد رفیع مرحوم (ملتان) ۵راگست ۲۰۰۶ء

☆ اہلیہ مرحومہ، حافظ محمد اسماعیل صاحب (صدر مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ) ۵راگست ۲۰۰۶ء

☆ اہلیہ مرحومہ، پروفیسر محمد حمزہ نعیم صاحب (جھنگ)

☆ والدہ مرحومہ، ملک غلام رسول صاحب (رکن مجلس احرار اسلام میر ہزار ضلع مظفر گڑھ)

☆ محمد عدنان بن حافظ عبدالعزیز صاحب (مدرس مدرسہ معمورہ کرم پور ضلع وہاڑی)

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔آمین)

☆......☆......☆

جنت میں گھر بنایئے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر انتظام

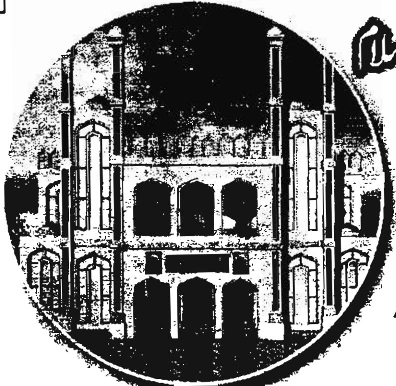

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور بجلی کی وائرنگ کا کام مسلسل جاری ہے۔ 45x60 کے مسجد کے ہال میں مستقبل میں ائرکنڈیشنڈ کے بڑے یونٹ لگانے کے لیے ابھی سے حسب ضرورت زمین دوز وائرنگ کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اب تک تقریباً ساٹھ لاکھ روپے سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ رنگ روغن، بالائی حصے کے دروازے، ہال کے لکڑی کے مین دروازے منبر ومحراب کے کام سمیت متعدد متفرق کام ابھی باقی ہیں۔ جن کے لیے کم از کم بیس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جبکہ ائرکنڈیشنڈ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔

مرکزی مسجد عثمانیہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا یکے بعد دیگرے تیسرا مرکز ہے۔ جو اِن شاءاللہ مستقبل میں اپنی شناخت اور نظریاتی وفکری کام خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے منفرد کردار ادا کرے گا۔ مسجد عثمانیہ کی تکمیل کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ چیچہ وطنی میں چوتھے مرکز احرار **"مسجد ختم نبوت اور ختم نبوت سنٹر"** رحمان سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے: ایں سعادت بزورِ بازو نیست

جملہ احباب ومعاونین سے درخواست ہے کہ دعا اور تعاون جاری رکھیں

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 9-2324 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی 0300-6939453

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No:32

بیاد

مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی
ملتان

بانی
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ
28 نومبر 1961ء

الحمد للہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے
طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ
و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

دارالقرآن — دارالحدیث

کی تعمیر میں حصہ لیں

دارالمطالعہ — دارالاقامہ

2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا
جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع
کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد و سامانِ
تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

امیر
مجلس احرار اسلام
پاکستان

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن
اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی
شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-CAR-1/2005

توحید و ختم نبوت کے علمبردار و ایک ہو جاؤ!
(سید ابوذر بخاری ؒ)

یوم تحفظ ختم نبوت
کے مبارک موقع پر

سالانہ
تحفظ ختم نبوت کانفرنس لاہور

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
زیر صدارت
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

7 ستمبر 2006ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دفتر احرار
69/c حسین سٹریٹ
وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور

شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان
رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

جناب مجیب الرحمٰن شامی
چیف ایڈیٹر روزنامہ "پاکستان"

جناب ظفر اقبال جھگڑا
سیکرٹری جنرل مسلم لیگ (ن)

جناب نوابزادہ منصور احمد خان
صدر پاکستان جمہوری پارٹی

جناب مولانا امیر حمزہ
مرکزی رہنما جماعت الدعوۃ

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب صاحبزادہ طارق محمود
مجلس تحفظ ختم نبوت

جناب عبد اللطیف خالد چیمہ
ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام

جناب سید محمد کفیل بخاری
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب صاحبزادہ مولانا محمد امجد خان
جمعیت علماء اسلام

جناب مولانا خورشید احمد گنگوہی
رہنما تحریک امارت شرعیہ پاکستان

جناب ظفر اقبال ایڈووکیٹ
صدر مجلس احرار اسلام لاہور

مولانا سیف الدین سیف
جمعیت علماء اسلام لاہور

جناب اورنگ زیب اعوان
پشاور

جناب راؤ عبد النعیم نعمانی
رہنما مجلس احرار اسلام بورے والا

جناب قاری محمد یوسف احرار
ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام لاہور

جناب میاں محمد اویس
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب ملک محمد یوسف
ناظم مجلس احرار اسلام لاہور

شعبہ نشر و اشاعت

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور

رابطہ لاہور: 042-5865465 ملتان: 061-4511961 چیچہ وطنی: 040-5485953 چناب نگر: 047-6211523